انا مدینة العلم وعلی بابها

OSMANIA UNIVERSITY

جامعۂ عثمانیہ

ذرایع محاصل سلطنت مغلیہ ہند

سلسلۂ مطبوعات جامعۂ عثمانیہ

نشان ......

ذرائع محاصل سلطنت مغلیہ ہند

(از سنہ ۱۵۹۳ء تا سنہ ۱۷۰۷ء)

پٹھان سلاطین دہلی کی تاریخ کا ضمیمہ

مصنفہ

اڈورڈ تھامس

بنگال سول سروس (ایسٹ انڈیا کمپنی)

مترجمہ

مولوی محمد عبد الستار صاحب

ایم اے، ایف، آر، اے، ایس (لندن)

سابق رکن سررشتۂ تالیف و ترجمہ جامعۂ عثمانیہ سرکارعالی

سنہ ۱۳۶۴ھ سنہ ۱۳۵۴ف سنہ ۱۹۴۵ء

مطبوعہ

دار الطبع جامعۂ عثمانیہ سرکار عالی حیدرآباد دکن

فہرست مضامین

ذرایع محاصل سلطنت مغلیۂ ہند

دیباچہ

مشمولۂ ہذا تالیف میں بہت سا نیا مواد درج کیا گیا ہے۔ یہ مواد وہ ہے جسے میں نے اپنی حال کی تصنیف "پٹھان سلاطینِ دہلی" کے مختصر تعلیقے میں جو "مغلوں کے محاصل" پر تھا۔ ضرورۃً چھوڑ دیا تھا۔

اب اس مضمون میں دلچسپی کے بڑھنے اور اس بات پر حیرت ہونے سے کہ ان زمانوں میں کتنی رقمیں وصول کی جاتی تھیں، مجھے شوق ہوا کہ جس قدر مواد دستیاب ہے اس پر غور کروں اور اس مضمون کو بڑھا کر "پٹھان سلاطینِ دہلی کی تاریخ" میں بطور ضمیمہ پیش کروں۔ یہ تاریخ اُس قوم کی ہے جس کی شکست پر مغلوں کی سلطنت قائم ہوئی۔

لندن

نومبر ۱۸۷۱ عیسوی

سلطنتِ مغلیہ کے محاصلِ مُلکی

فیروز شاہ کے محاصل

میں نے "پٹھان سلاطینِ دہلی کی تاریخ" میں، اکبر سے پہلے، بادشاہوں کے ذرائع آمدنی کی تفصیل کرتے وقت اُن محاصل کا بھی ذکر کر دیا تھا جو شہنشاہ اکبر کے زمانے میں ہندوستان کے تھے۔ چونکہ ایسے اعداد کی قیمت کی تعریف میں بھی، جن پر کسی طرح کی حرف گیری نہیں ہو سکتی، اب تک دشواریاں محسوس ہوتی رہی ہیں، اس لیے میں پھر اسی مضمون کی طرف اسی خیال سے رجوع کرتا ہوں کہ اکبر کے نظامِ سکہ جات کے مضمون کو مکمل کر دوں، تاکہ زیادہ تفصیل کے ساتھ خالص سکہ جاتی مواد سے محصولاتِ عائد شدہ کی اصلی قیمت بھی ظاہر ہو جائے۔ اور اس کے علاوہ اس دلچسپی کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے جو فی الحال برطانوی ہند کے مسئلۂ مالیہ سے وابستہ ہے میں نے اس موقعے سے فائدہ اٹھا کر اپنی پہلی تحقیقات کو آخری سلاطینِ مغل کے محاصلِ ملکی تک بڑھا دیا ہے تاکہ عوام کے سامنے شہنشاہی فردہائے جمع خرچ کا ایک تدریجی سلسلہ سنہ ۱۷۰۷ء تک پیش ہو سکے۔ یہ زمانہ وہ تھا جب کہ ہمارے ملک کے لوگ (انگریز) دریائے ہگلی پر

قوت کے ساتھ ظاہر ہونے شروع ہو گئے تھے، اور جوب کارناک "بانی شہر کلکتہ" اپنے ہی شہر میں دفن ہو چکا تھا، (۱۶۹۲ء) اور بنگال میں فورٹ ولیم کی بنیاد (۱۷۰۰ء) نے اس بات کی خبر دی تھی کہ اب آگرہ، دہلی اور لاہور اپنی حیثیت سے گھٹ کر فقط صوبوں کے صدر مقام رہ جائیں گے۔

اکبر کے محاصل کی تفصیل سے پہلے بہتر ہوگا کہ فیروز شاہ اور بابر کے سابقہ محاصل کا بیان ختم کر دیا جائے۔ ان محاصل کی میزانیں ایسی قلیل ہیں کہ مغلوں کی فردہائے حساب کے تسلسل میں ایک قسم کی بے ربطی پیدا کرتی ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کو بعد کے ذرائع آمدنی سے، جب کہ سلطنت کو بہت وسعت حاصل ہو گئی تھی بہت کم یا کچھ بھی واسطہ نہیں ہے۔ فیروز شاہ کے محاصل ۱۳۵۱ء تا ۱۳۸۸ء میں اڑسٹھ لاکھ پچاس ہزار پونڈ[۱] اور بابر کے ۱۵۲۶ء تا ۱۵۳۰ء میں چھبیس[۲] لاکھ پونڈ قرار پائے ہیں۔ 2

فیروز شاہ کی نسبتہً زیادہ آمدنی کا مقابلہ در آنحالیکہ اس کی سلطنت مسلمہ طور پر وسعت میں کم تھی، جب بابر کی آمدنی سے کیا جاتا ہے، جس کی مجموعی رقم کی کمی کا خود اس نے اعتراف کیا ہے حالانکہ اس کی سلطنت نسبتہً کہیں زیادہ وسیع تھی، تو اس مقابلے میں ایک قسم کا تناقض سا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن یہ مشکلات بہت سے مختلف اور سادہ اسباب کو بیان کرنے سے رفع ہو سکتی ہیں۔ فیروز شاہ کے چہل سالہ زمانۂ امن و اطمینان میں ملک کا پیمانہ سونے اور چاندی سے گویا چھلک رہا تھا۔ تقریباً سو برس سے یہ چیزیں پایہ تخت کی طرف برابر کھنچی چلی آتی تھیں۔ ایسے صوبوں میں جہاں حاکم نشیں شہر تھے۔ سیم و زر کا اندازہ کچھ تو ان کثیر سونے اور چاندی کے سکوں سے کیا جا سکتا ہے

[۱] - دیکھو "پٹھان سلاطین دہلی کی تاریخ" صفحہ ۲۷۲ - حاشیہ (فیروز شاہ کے محاصل کے اعداد جو سر ہنری الیٹ کی کتاب "مورخین" کی جلد ۳ - صفحہ ۲۸۸ - میں دیے گئے ہیں، اس جلد کے صفحہ ۳۴۶ پر ان کی جزءً تصحیح کی گئی ہے۔ یہاں رقم چھ کروڑ پچاس لاکھ ٹنکہ لکھی ہے)، بابر کے محاصل کی رقم میری کتاب کے صفحہ ۳۸۸ پر بیان ہوئی ہے۔

جو سابقہ حکومتوں میں مسکوک ہو کر اب تک جاری تھے اور کچھ اس مسلمہ سہولت سے ہو سکتا ہے جو ایسے سرکاری عہدہ داروں کو بھی، جو درجے میں کچھ بڑے نہ ہوتے تھے، لاکھوں روپے جمع کر لینے میں حاصل تھی۔ دیگر اعتبار سے بھی تمام ملک میں دولت بٹی پڑی تھی۔ اور اس کا انتظام ہندو وزیروں یا مقامی تربیت یافتہ لوگوں کے ہاتھ میں تھا، جو قلیل سی قلیل رقم کو بھی، جو سرکار میں واجب الوصول ہوتی تھی وصول کر لیتے تھے۔

بابر کی اِدھر اُدھر کی بے ٹھکانہ فتوح کا قلیل زمانہ، حالات کو بہت مختلف صورت میں پیش کرتا ہے۔ تیمور نے ان ملکوں کو جن میں سے اس کی غارتگر فوجیں گزری تھیں واقعی ویران کر دیا تھا۔ اس کے ہمراہی جو چیز یہاں کی اپنے ساتھ نہ لے جا سکے اس کو وہیں غارت کر چکے تھے اور جب کہ دور کے صوبوں میں ان کے دھاتی خزانے محفوظ رہے، پرانا دارالحکومت اور اس کا قرب وجوار بالکل تنگ دست وتباہ حال ہو گیا۔ حتیٰ کہ جب بہلول لودھی کے زمانے میں دہلی نے پھر اپنا وقار قائم کیا تو بہلول مجبور ہو کر مقامی تانبے کی کانوں کی طرف متوجہ ہوا کہ اُن سے نئے سکے مسکوک کرے۔ (پٹھان سلاطینِ دہلی کی تاریخ صفحہ ۳۶۱) اور گو معاملاتِ عامہ اور قومی فلاح میں ترقی بہلول کے فرزند سکندر کے زمانے میں بہت ہوئی لیکن مقررہ سکے میں صرف اتنا تغیر ہو سکا کہ تانبے میں ۱/۲ حصہ چاندی ملا کر اس کو بڑھا دیا۔ اس سے بہرکیف اتنا ضرور ہوا کہ اُٹھانے لے جانے میں سکہ سُبک ہو گیا۔ اور قیمت میں بھی ایسے سکوں میں معتبر ہو گیا جن کو مخلوط دھاتوں کے نظریے میں تعلیم یافتہ قومیں قبول کرتی تھیں۔ ہندوستان کا واقعی نشوونما جو سکندر کے بیٹے ابراہیم کے زمانۂ حکومت میں ہوا تھا یقیناً عدیم المثال تھا۔ ارزانی اور ہر چیز کی کثرت ایسی ہوئی کہ یہاں کے لوگوں کو بھی وہ قصے کہانیوں کی باتیں معلوم ہوئیں۔ لیکن رعایا کو جس قدر خوشحالی نصیب ہوئی اس قدر بادشاہ کی آمدنی میں کمی ظاہر ہوئی کیونکہ یہ آمدنی براہِ راست انھیں کی پیداوار سے ہوتی تھی۔ بادشاہ کا حق جنس میں ادا کیا جاتا تھا۔ پس جب غلہ سستا ہوا تو بادشاہ کے محاصل کی قیمت سکے میں اسی نسبت سے گھٹ گئی[۱]۔

۳

[۱] اسی نقص کو رفع کرنے کے لیے اکبر نے بندوبستِ دہ سالہ قائم کیا تھا۔ یہی دہ سالہ بندوبست لارڈ کارنواس کے

جب بابر نے آگرے پر قبضہ کر کے خاندان لودھی کے اندوختہ خزانوں کی پڑتال کی تو علاوہ رائج الوقت تانبے کے سکوں کے جن میں قدرے چاندی کی آمیزش تھی اور جو کچھ ملا وہ بہت ہی کم تھا۔

بابر کے زمانے کے محاصل کے حساب کتاب کی بنیاد سکندر بن بہلول کی پرانی فہرستوں پر رکھی گئی تھی۔ حقیقت یہ ہے، گو کسی نے اقرار نہ کیا ہو، کہ سکندر ہی وہ بادشاہ تھا جس کے طفیل سے آیندہ ہندوستان کے محاصلی نظاموں میں ایک قرار واقعی اور معقول صورت پیدا ہوئی۔ اس بات کا ثبوت بھی ایک دبے ہوئے اشارے سے ملتا ہے جو بابر اپنی فہرستِ محاصل میں ایک جگہ کر گیا ہے۔ ان بعد کے لوگوں نے جن کو سکندر کے طفیلی کہنا چاہیئے پرانے شاہی کھاتوں اور فہرستوں کو قائم رکھنے کے علاوہ محاصل کے رقمی حساب کو سکندری ٹنکوں میں کرنے کا سرکاری قاعدہ بھی تسلیم کر لیا تھا۔ علم سکہ جات کی رُو سے کہہ سکتے ہیں کہ اس زمانے میں سکوں میں بھی سکندری ٹنکہ ایسا تھا جو

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ مشہور دوامی بندوبست کی مضر تدبیر کا باعث ہوا۔ اکبر کی نیت میں انصاف تھا اور اس کے خیال کے مطابق جب بادشاہ اور رعیت میں کوئی معاہدہ ہو تو اس پر کوئی اعتراض درست نہ ہو سکتا تھا۔ لیکن اس طریقے سے جو یکسانی پیدا کرنے کا خیال تھا اس کا حصر ایسی قوتوں پر تھا جو سب سے بالاتر تھیں۔ اس معاہدے میں ہندوستان کا موسم کوئی فریق نہیں بنایا گیا تھا۔ اس لیے بُرے سمے میں اس بندوبست سے مفلس کسانوں پر سختی گزرنے لگی اور وہ مجبور ہو کر سود خواروں کے پنجے میں گرفتار ہونے لگے۔ مشرق میں ان سود خواروں کی جائز شرح سود ایسی ہے کہ ہندوستان کی معمولی رعیت کا تو کیا ذکر ہے اُس سے بھی بڑھ کر جزرس کسانوں کو تباہ کرنے کے لیے وہ کافی ہے۔ یہ "دہ سالہ بندوبست" خود دس گزشتہ فصلوں کی اوسط جمع پر مبنی تھا۔ یعنی یہ زمانہ اکبر کے پندرھویں سنہ جلوس سے چوبیسویں سنہ جلوس تک (دونوں سال کو شامل کر کے) شمار ہوا تھا۔ (گلیڈون۔ جلد اول صفحہ ۲۶۶)۔

[1] اندراج نشان (۵) میں یہ عبارت آئی ہے۔ "میوات: سکندر کی فہرست محاصل میں میوات شامل نہیں ہے۔" پٹھان سلاطین دہلی کی تاریخ، صفحہ ۳۹۰۔

بکثرت موجود تھا۔ اس ٹنکے کا زیادہ رواج اس سے ثابت ہے کہ اب تک
وہ بکثرت ملتا ہے۔ سکندر بن بہلول کی ۲۶ برس کی حکومت میں یہ سکہ تقریباً
ہر سال مسکوک ہوا تھا جیسا کہ تاریخ کے صفحہ ۲۶۶ کی عبارت سے ظاہر
ہوتا ہے۔

لیکن فیروز شاہ اور بابر کے زمانے کے شاہی محاصل کی رقموں میں جو
بیان ہوئی ہیں بڑا فرق ہے۔ اس فرق کی وجہ بتانے کا سہل ترین طریقہ شاید
اس بات کے فرض کرنے سے ہوسکتا ہے کہ فیروز شاہ کے زمانے کی رقم محاصل
میں ہر قسم کی آمدنیاں شامل تھیں۔ لیکن بابر کے مورخ نے کم تخمینہ محاصل کا کیا ہے۔
اس میں صرف زمین کے متعلق سرکاری مطالبات شامل ہیں جنھیں گزشتہ حکومت
کی تشخیص جمع کے مطابق وصول کرنے کا حکم بابر نافذ کرسکتا تھا۔ یہ قیاس
فیروز شاہ کے خاص سوانح نگار کے چند اتفاقیہ بیانات سے جو تاریخ کے
صفحہ ۲۷۲ پر نقل ہوئے ہیں ہوسکتا ہے، بالخصوص اس ...... ۳۰ پونڈ کی رقم
سے جو آزار وہ محصولوں کی بابت تھی اور جسے فیروز شاہ نے ۷۷۷ھ (۱۳۷۵ء
۱۳۷۶ء) میں معاف کردیا تھا، یا اس عام عبارت سے جو مجموعی آمدنی کے

۱۔ یہ شاذ ہی دیکھا جاتا ہے کہ ایک مشرقی سلطان خود اپنی زبان اور قلم سے کم و بیش چوبیس[24] قسم
کے محاصل کی غیر واجبیت اور ناموزونیت کی تصدیق کرے، جن کو اُس نے خود ہی نافذ کیا ہو۔ اور وہ
ان کی تنسیخ کا اعلان نہ صرف علانیہ طور پر اپنے وقایع حیات میں کرتا ہے بلکہ انھیں دائمی طور پر موقوف
کردینے کے لیے اس کا فرمان حاصل کیا گیا جسے اس مسجد پر چسپاں کیا گیا۔ جو اُس نے خود، جمنا کے کنارے،
اپنے محل میں، اپنی روحانی عبادت و ریاضت کے لیے بنوائی تھی۔ (تاریخ صفحہ (۲۸۹) حاشیہ دوم) لیکن
اس کے باوجود عہدہ داروں نے ان محاصل کو پھر اس عجلت کے ساتھ جاری کردیا کہ ہم ان میں سے اکثر
کو ان ظالمانہ مطالبات کی فہرست میں پاتے ہیں جو اکبر نے منسوخ کیے۔ (صفحات ۱۷ و ۱۹۔ ایضاً)۔
فیروز شاہ نے عجیب و غریب محاصل کی جو فہرست دی ہے اور جو تہذیب کے ابتدائی مدارج کی مظہر ہے،
وہ یہاں اس سے زیادہ اہم اعلان کے ساتھ شامل کی جاتی ہے جس میں شاہ وقت نے ان محاصل کا
مخصوص طور پر ذکر کیا تھا جن کو وہ اپنی رعایا پر بحیثیت مطالبات حکومت عائد کرنا کافی سمجھتا تھا۔

ذکر میں آئی ہے ایسا قیاس ہوسکتا ہے۔

اکبر کے محاصل

سب سے پہلا اور شاید سب سے زیادہ قابلِ اعتبار اور لائق مصنف ۵
جس نے اکبر کی آمدنی محاصل کا ذکر کیا ہے، نظام الدین احمد ہے۔ وہ ایک نہایت

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔

ان محاصل کی فہرست جو فیروز شاہ نے علی الاعلان ۱۳۷۵ء میں منسوخ کیے:۔

۱۔ مندوی برگ۔	محصولاتِ بازار۔
۲۔ دلالت بازارہا۔	محصول دلالی (اکبر کی فہرست کا نشان ۵ ۳ صفحہ ۱۹)۔
۳۔ جزاری۔	مسلخ (ہر بیل وغیرہ کے لیے ۱۲ جیتال۔ اکبر کی فہرست کا نشان صفحہ ۲۲)۔
۴۔ امیری طرب۔	ماہرین موسیقی و رقص (ناچ)۔
۵۔ گل فروشی۔	....
۶۔ جزیہ "تنبول"	پان۔
۷۔ چنگی غلہ۔	(مٹھی بھر اناج، جو ہر جنس میں سے بطورِ محصولِ قصبہ لیا جاتا تھا) ایک ایسا محصول جو اب تک پنجاب میں وطنی احساسات کے تحت دیہات میں عقلمندی کے ساتھ رائج رکھا گیا ہے۔
۸۔ کتابی۔	....
۹۔ نیلگری۔	متعلق بہ نیل۔ (رنگ۔ نشان ۳۷ ؟)
۱۰۔ ماہی فروشی۔	مچھلی (نشان ۳۶)۔

ماہر محاسب اور تجربہ کار منتظم مالگزاری تھا۔ اُس نے وہ صورتِ حال بیان کی ہے، جس سے وہ پوری طرح واقفیت رکھتا تھا کیونکہ اس کو سرکاری طور پر ان امور ۶

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔

۱۱۔ ندافی۔	صفائی روئی۔
۱۲۔ صابون گری۔	صابون سازی۔
۱۳۔ ریسمان فروشی۔	ریشم۔
۱۴۔ روغن گری۔	گھی (نشان ۱۸)۔
۱۵۔ نخود بریاں۔	بھونے ہوئے چنے۔
۱۶۔ تہ بازاری	بازار کی دوکانوں کی زمین کا کرایہ (تہ بہ معنی شکن یا پیت)۔
۱۷۔ جھبہ یا چھپہ۔	بچھاپ مترادف چھانک۔ ایک مہر جو طریقہ قبضۂ بٹائی کے تحت انبار پر لگائی جاتی تھی۔
۱۸۔ قمار خانہ۔	جواریوں کا اڈا (نشان ۲۴)۔
۱۹۔ داد بنکی۔	فیس جو تجارتی چودھریوں کو دی جاتی تھی۔
۲۰۔ کوتوالی۔	کوتوال کی نذر۔ (نشان ۸)۔
۲۱۔ احتسابی۔	متعلق بہ مہتمانِ بازارات۔
۲۲۔ کرھی۔	(سنسکرت۔ گرھ۔ ہندی گھر) مکان کا محصول۔
۲۳۔ چرائی۔	محصول چراگاہ۔
۲۴۔ مصادرات۔	جرمانے اور معاوضے۔

محاصل جو فیروزشاہ نے خاص طور پر اپنے نزدیک احکامِ قرآن شریف کے بموجب جائز سمجھے۔

۱۔ خراج اراضی عشور۔	اراضی کاشت شدہ پر ۱/۱۰۔
۲۔ زکوٰۃ۔	خیرات یا غریبوں کا حصہ جو خدا کی راہ میں غریبوں کو دیا جاتا ہے عموماً یہ ۱/۴ یا ۱/۲ ۲ فی صد ہوتا ہے۔ (بحوالہ لین)۔
۳۔ جزیۂ ہنود۔	محصول جو ہنود پر فی کس عائد کیا جاتا تھا۔ اس کے تین مدارج تھے۔ ۴۰، ۳۰ اور ۱۰ ٹنکے۔

کا صحیح علم حاصل کرنے کی سہولتیں[1] حاصل تھیں۔ میں اس مواد کا اعادہ اور اس عبارت میں اضافہ کرتا ہوں جو "پٹھان سلاطین دہلی کی تاریخ" کے صفحہ ۳۸۰ پر

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔

۴۔ ترکات۔ (تَرِکَہ۔ شے متروکہ) آج کل کا مال لاوارث۔ مغربی مفسرین کا ولار امامت۔ یعنی حکومت یا صدر سلطنت کا حق یا ورثہ۔

۵۔ خمس غنایم و معادن۔ پیداوار معدن اور مال غنیمت کا $\frac{1}{5}$ حصہ۔

ماخوذ از نسخہ قلمی فتوحات فیروز شاہی۔

شمس سراج عفیف، فیروز شاہ کے خاص سوانح نگار نے بھی ان ظالمانہ محاصل کی تنسیخ کا ذکر کیا ہے۔ اس نے خاص طور پر انھیں قابل اعتراض گردانا ہے:۔ اول: ان زائد محاصل کو وصول کرنے کا طریقہ جو دانگانہ (یعنی فی ٹنکہ ایک دانگ) کے نام سے موسوم تھا اور شہر میں مال آنے کے بعد جائز زکوٰۃ کے علاوہ وصول کیا جاتا تھا۔ دوم: مستغل یعنی کرایۂ زمین جو دہلی کے مکانات اور دوکانات سے لیا جاتا تھا۔ خود اس کی سالانہ مقدار......۱۵ ٹنکے ہوتی تھی۔ سوم: جزاری، جو فیروز شاہ کی فہرست میں مذکور ہے۔ نشان ۳)۔ چہارم: روزی، یعنی ایک روز کی محنت، جو عہدہ دار ہر اُس جانور کے لیے لیتے تھے جو مال لے کر شہر میں داخل ہوتا تھا۔ مصنف لکھتا ہے کہ فیروز شاہ کے اس فرمان کا اعلان اس کے سامنے ۷۷۷ھ میں ہوا۔ اور اس سے حکومت کو جو نقصان ہوا اس کا اندازہ ۳۰،۰۰،۰۰۰ ٹنکے یا (۳۰۰۰۰۰) پونڈ کیا گیا تھا۔ ملاحظہ ہو پروفیسر ڈاسن کا ترجمہ "مورخین" مصنفہ الیٹ۔ باب سوم صفحات ۳۶۳ تا ۳۶۶ و ۳۷۷ نیز برگس کا ترجمۂ فرشتہ۔ باب ۱۔ صفحہ ۴۶۳۔ فرشتہ فارسی نسخہ، مطبوعہ بمبئی باب ۱ صفحہ ۲۷۲۔

[1]۔ ملاحظہ ہو "پٹھان سلاطین دہلی کی تاریخ" صفحہ ۳۸۰۔ یہ ایسا موقع نہیں ہے کہ طبقات اکبری کے (جو عام طور پر تاریخ نظامی کے نام سے بھی مشہور ہے) مصنف کی خوبیوں کا تفصیلی بیان دیا جائے۔ یہ کہنا کافی ہے کہ نظام الدین احمد نے اپنے والد کے حقوق عہدہ کے لحاظ سے اوائل عمر میں، دربار اکبر میں رسوخ حاصل کر لیا تھا، اور اس شہنشاہ کی عمر کے انتیسویں سال بخشی گجرات کا عہدہ حاصل کیا۔ اس کے کام کی اہمیت کے متعلق بدایونی نے (جو خود اسی زمانے کا ایک ہمعصر مصنف تھا)

نقل کی گئی ہے جس میں جاری شدہ آمدنی کے متعلق اس کا بیان مندرج ہے۔ ملک ہندوستان کا ذکر کرتے ہوئے وہ لکھتا ہے کہ "اس کا طول، ہندوکوہ سے، جو بدخشاں کی حدود پر ہے، ملک اڑیسہ تک جو بنگال کی حدود پر ہے، مشرق سے مغرب تک ۱۶۸۰ قانونی کوس ہے۔ اس کا عرض کشمیر سے بروج پہاڑی تک، جو سورت اور گجرات کی حدود پر ہے، ۸۰۰ الہٰی کوس ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کماؤں پہاڑیوں سے حدود دکن تک کا عرض لیا جائے جو ۱۰۰۰ الہٰی کوس ہوتا ہے ... اس زمانہ یعنی سنہ ۱۰۰۲ھ (الف) میں ہندوستان میں شہروں کی جملہ تعداد ۳۲۰۰ تھی (جن میں ۱۲۰ بڑے شہر شامل ہیں۔) اور ۵۰۰۰ مواضع تھے۔ ان سب سے ۶۴۰۰۰۰۰۰۰ ٹنکے مرادی بطور مالگذاری حاصل ہوتے تھے۔" مصنف موصوف یہ اضافہ کرتا ہے کہ چونکہ اس خلاصے میں شہروں کی فہرست کی گنجایش نہیں ہے اس لیے وہ آیندہ کسی موقعے پر ان کی کامل فہرست کی ابجدی ترتیب دے گا لیکن اس کام کو وہ انجام نہ دے سکا اور اسی سال اس کا انتقال ہوگیا۔

نظام الدین کے بیان کردہ سکہ جات کی قیمت کے متعلق کوئی بحث نہیں ہوسکتی جن کو "مرادی ٹنکہ" کہا جاتا تھا۔ وہ دراصل سکندری ٹنکے تھے۔ جو چاندی کے ایک ٹنکے یا روپے میں بیس[۲۰] ملتے تھے۔ اس کے لیے پہلے کئی ثبوت دیے جا چکے ہیں (ب)۔ اس طرح مملکت کی جملہ آمدنی یہاں ۳۲۰۰۰۰۰ (ج) پونڈ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اپنے اعلان میں کشادہ دلی سے تصدیق کی ہے کہ "نظام الدین احمد نے شہنشاہ اکبر کی ملازمت میں اپنی عمر صرف کردی، اور اس کی تاریخ پر، جہاں تک کہ اس میں شہنشاہ موصوف کی سلطنت کے احوال ہیں کامل طور سے اعتماد کیا جاسکتا ہے" اشاریہ مرتبۂ الیٹ۔ صفحہ ۲۰۴۔ قلمی نسخۂ رائل ایشیاٹک سوسائٹی کی فہرست مرتبۂ مورلے صفحہ ۶۱۔ ٹیپو سلطان کے کتب خانے کی فہرستِ کتب مرتبہ اسٹیوارٹ صفحہ ۱۱۔ رائل ایشیاٹک سوسائٹی کا رسالہ جلد سوم مرتبہ کرنل۔ این۔ لینز سلسلۂ جدید صفحہ ۴۵۸۔

الف۔ سنہ ۱۰۰۲ھ کا آغاز ۱۷ ستمبر ۱۵۹۳ء کو ہوا۔

ب۔ "پٹھان سلاطین دہلی کی تاریخ" صفحات ۳۳۶۔ ۳۷۰۔ ۳۸۴۔ ۳۸۷۔ ۴۳۷۔

ج۔ $\frac{640000000}{20} = \frac{3200000}{10} =$ ۳۲۰۰۰۰۰ پونڈ۔

بیان کی گئی ہے۔ یہ صریح طور پر نہیں بتایا گیا ہے کہ آیا یہ رقم کلیتہً اراضی کی ۸
مالگزاری ہے یا ان تمام قسموں کے محاصل، مثلاً چنگی وغیرہ کے محاصل جو
خزانۂ شاہی کے لیے وصول کیے جاتے تھے۔ لیکن موخرالذکر قیاس زیادہ
قرینِ عقل معلوم ہوتا ہے۔ خصوصاً اس لیے کہ ان تمام محاصل میں مالگزاری
اراضی اور مجموعی سرکاری ذرائع آمدنی کے مابین ایک قریبی تناسب پایا جاتا ہے
اور موخرالذکر، مقدم الذکر آمدنی کی تقریباً دگنی پائی جاتی ہے۔
شہنشاہِ اکبر کے آئین میں، ہندوستان کے نظام مالگزاری کی کامل
تفصیل درج ہے جس میں تشخص کے اصول، جمع بندی کے طریقے اور اس
دیس واری نظام کے عام عمل سے بحث کی گئی ہے جس کو شیر شاہ نے مکمل
کیا تھا۔ اس کے ساتھ ان تجربی اصلاحات کا بھی ذکر ہے جو خود اکبر کے
وزرا نے جاری کی تھیں، اور جن کی موثر تکمیل، ہندو وزراء کے سرتاج راجہ
ٹوڈرمل نے کی تھی[1]۔
ہندوستانی محصول اراضی کی اہم خصوصیات پر سرسری غور کے سلسلے میں
یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ آئین اکبری کے مطالعے سے سلطنت کی ملکیتِ اراضی
کے مفروضے کی کوئی تائید نہیں ہوتی[2]۔ اور شاہی مطالبہ کسی صورت میں اس کے

---

[1] ۔ راجہ ٹوڈرمل (توڑرمل)، جس طرح ایک نہایت قابل مدبر اور منتظم تھا اسی طرح ایک بہادر سپاہی اور ایک کامیاب قائد بھی تھا۔ موخرالذکر محکمے میں اس کا پہلا اہم تقرر اکبر کے عہد کے اٹھارویں سال گجرات کے بندوبست پر ہوا۔ بائیسویں سال وہ وزیر بنادیا گیا، اور ستائیسویں سال اس نے اہم مالی اصلاحات نافذ کیں۔ اس کے ساتھ ہی مالگزاری کے حسابات میں جو زبان استعمال ہوتی تھی وہ پوری طرح بدل گئی اور غیر ملکی فارسی کی بجائے ملکی ہندی رائج کی گئی۔ ٹوڈرمل نے ۹۹۸ھ میں وفات پائی۔
از آئینِ اکبری، مترجمہ بلاک مین۔

[2] ۔ شرعِ محمدی کے لحاظ سے شاہِ وقت اس اراضی کے ⅕ حصے سے زیادہ کا مستحق نہیں ہوتا جو جنگ میں فتح کی گئی ہو۔ (جائداد غیر منقولہ کا بھی وہی قانون تھا جو جائداد منقولہ کا تھا) البتہ اس کو یہ اختیار ہوتا تھا کہ وہ اراضیٔ منقسمہ کا ⅕ حصہ یا مجموعی اراضی غنیمت کا سالانہ پیداوار کا ½ حصہ لے۔

ایک حصے کی پیداوار سے بڑھنے نہیں پاتا۔ یہ صحیح ہے کہ ایک مطلق العنان
بادشاہ جو بے کھٹکے ایک رعیت کا سر اتار سکتا ہے وہ ایسی آزادی کے ساتھ ۵
اس رعیت کی اراضی لے سکتا ہے لیکن وہ اراضی اس کی حقیقی رضامندی کے بغیر بے قیمت ہوتی تھی
برخلاف اس امر کے کہ مالکان وقابضان اراضی کو بے دخل کرنے کی خواہش
کی جائے، رعیت کی ہر طرح سے دلجوئی کی جاتی تھی تاکہ وہ ایک اچھی کاشتکار
بن جائے۔ گویا پادشاہ اپنی قوم کے کاشتکاروں کا حصہ دار ہوا کرتا تھا۔
جس قدر زیادہ پیداوار وہ زمین سے حاصل کرنے میں کامیاب ہوتے اسی قدر
زیادہ بادشاہ محاصل کی صورت میں پاتا۔ اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ حکمراں
قوت ہر قسم کی تدابیر، کاشت کی وسعت اور ترقی کے لیے استعمال کرتی ہے
جو ضرورت مندوں کو پیشگی رقم دینے سے شروع ہو کر استعمال کے لیے عمدہ بیج
عطا کرنے اور دیگر شفقت آمیز ذرائع اختیار کرنے پر ختم ہوتی تھیں۔ حتیٰ کہ
سرکاری حکم سے "بیل، گھوڑے بھینسے اور اونٹ کے ذبح کرنے کی بھی ممانعت
کر دی گئی تھی[1]۔"

قدیم طریقے میں تادیہ بصورت جنس کے سوا کوئی اور طریقہ تسلیم نہیں
کیا گیا تھا۔ اور اکبر اس فائدے سے بخوبی واقف تھا جو اس انتظام سے
زراعت پیشہ طبقے کو پہنچتا تھا۔ چنانچہ بجز نیشکر اور ایسی قیمتی اجناس کے جن
کے لیے کاشتکار کا چند ذرائع کا مالک ہونا اور مطالبات سلطنت کو نقد
کی صورت میں ادا کرنے کا اختیار رکھنا ضروری تھا، وہ نقد رقم کے ادا
کرنے کا اختیار کسی تبدیلی کے بغیر انھیں پر چھوڑ دیتا تھا۔ شاہی حصۂ پیداوار

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ قرآن شریف مترجمہ سیل صاحب۔ باب ۱۔ صفحہ ۱۹۵۔

[1] ابن خورداذبہ کا بیان ہے کہ مشہور حجاج بن یوسف نے اسی قسم کے بے ڈھنگے خیال پر عمل کرتے ہوئے ممانعتِ گاؤکشی کا ایک قانون نافذ کیا جس سے عراق کی گوشت خوار آبادی بہت ناراض ہوئی۔

ایشیاٹک جرنل مطبوعہ ۱۸۶۵ء، صفحہ ۲۴۲۔

کے معین اور علیحدہ کرنے کے کم از کم چار طریقے تھے جن میں سے قابض اراضی کسی ایک کو اختیار کرنے کا حق جتا سکتا تھا۔

(۱) جوتنے اور بیج ڈالنے کے بعد کھیت کی تقسیم۔

(۲) فصل تیار شدہ کا اندازہ۔

(۳) بذریعۂ انبار ایک سرسری تقسیم یا

(۴) غلّے کی ٹھیک تقسیم۔ جدید بندوبست کے نفاذ سے، جس میں گزشتہ دس سال کی پیداوار فصل کے اوسط پر آیندہ لگان کو مقرر کرنے کی کوشش کی گئی تھی، کاشتکار کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا۔ کیونکہ اس میں خرابی فصل کا لحاظ نہیں رکھا گیا تھا۔ یہاں تک کہ انتہائی صورتوں میں غریب تر کاشتکاروں کو سرکاری مطالبات کے ادا کرنے کے لیے غلہ مستعار لینا پڑتا تھا۔ ۱۰ ایک مشہور ناعاقبت اندیش قوم میں جس میں سود خواروں پر کوئی قانونی قیود نہ تھیں صرف ایک فصل کی خرابی کی وجہ سے، پورے موضع کے باشندے ایک پشت تک مفلس بن سکتے تھے۔ برخلاف اس کے قدیم تنظیم کے تحت، سلطنت نقصان میں شریک رہتی تھی۔ اور قحط سالی کے زمانے میں کوئی مطالبہ نہ کرسکتی تھی۔ اگر ان نقائص کے علاوہ ہم اس واقعے کو بھی ملحوظ رکھیں کہ شاہی مطالبہ معمولاً مجموعی پیداوار فصل[1] کے ایک ثلث حصے سے کم نہ ہوتا تھا تو یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ ایک مسلمہ قابل تغیر آب وہوا میں کس قدر آسانی کے ساتھ ان بہترین حسابات میں بھی بدنظمی پیدا ہوسکتی ہے جو کسی دس سال کی پیداوار کے اوسط پر مبنی ہوں۔ بے شبہہ قدیم طریقے کے تحت سلطنت کو مجموعی حیثیت سے زیادہ فائدہ اور رعایا کو زیادہ سہولت و آرام حاصل ہوتا

---

[1] اکبر کا بیان ہے کہ سابق زمانے میں شاہان ہند پیداوار کا صرف $\frac{1}{6}$ حصہ لیا کرتے تھے۔ دیگر ایشیائی ممالک کی شرح بھی درج کی گئی ہے ترکستان میں $\frac{1}{5}$، توران میں $\frac{1}{6}$، ایران میں $\frac{1}{10}$ آئین اکبری۔ ترجمہ گلیڈون۔ باب ۱۔ صفحہ ۳۴۹۔ (شیر شاہ نے $\frac{1}{4}$ کا مطالبہ کیا تھا)۔

تھا[1]۔ برخلاف اس کے جدید طریقے کے تحت وصول یابی میں باقاعدگی اور یکسانی کے پیش نظر عام اوسط میں کبھی نہ کبھی ضرور کمی کرنی پڑی ہوگی۔ اس میں شک نہیں کہ ترمیم شدہ قوانین میں باقی داروں کے ساتھ رحمدلی کے طریقے ملحوظ رکھے گئے تھے۔ سونے کا انڈا دینے والی بط کو ذبح کرنا خلافِ مصلحت تھا اور شاہی فوج اور سود خوار دونوں اچھی طرح سمجھتے تھے کہ اکثر دیسی آبادی کے مواضع میں، قوی دل اور تیز تلوار موجود ہیں۔ سابق الذکر کو صرف خاص انتہائی اشکال میں استعمال کیا جاتا تھا، لیکن موخر الذکر کو اکثر اپنے پیسے سے زیادہ عزیز چیز کو بھی خطرے میں ڈالنا پڑتا تھا۔ اکبر کے محاصل جو ابو الفضل نے بتائے ہیں اس کے غیر مکمل سواد سے منسلکہ تختے میں ملخص کئے گئے ہیں، جو بعد کے تختۂ محاصل کے ساتھ جس میں بہت سی خامیاں موجود ہیں، پانچ ارب[2] سینتسٹھ کروڑ تریسٹھ[63] لاکھ تراسی ہزار تین سو تراسی دام کی حد تک پہنچتے ہیں۔ یہ ایک ایسی رقم ہے جو غیر مکمل اسناد[3] کی فرد گزاشتوں کا مناسب لحاظ کرتے ہوئے اس چھ ارب (۶٫۶۲٫۹۷٫۵۵٫۲۴۶) کی مفروضہ تصحیح سے زیادہ مختلف نہیں ہے، جو پٹھان سلاطین دہلی کی "تاریخ" کے صفحہ ۳۸۹ پر پیش کی گئی ہے، اور یہ ایک

---

[1] کلکتہ انگلشمین ۲۶ راگست ۱۸۷۱ء میں ایک معتبر اہل قلم نے حال میں حساب لگایا ہے کہ اگر صوبۂ اڑیسہ اپنی مالگزاری جنس کی شکل میں ادا کرے تو حکومت کو ۔۔۔۶۰۰۴۶ پونڈ کی بجائے ۔۔۔۔۱ پونڈ ملیں گے جو اس غرض کے لیے چاندی سے بنائے جائیں۔

[2] ارب (۱۰۰) ایک ہزار ملین یا ۱۰۰ کروڑ کا ہوتا ہے اور ایک کروڑ ۱۰۰ لاکھ کا اور ایک لاکھ ۱۰۰ ہزار کا۔ ولسن کا (سنسکرت لغت) شکسپیر کا (ہندوستانی لغت) اور ہاگٹن کا (بنگالی لغت) یہ تمام ایک ارب کو ۱۰۰ ملین کا قرار دیتے ہیں نیز سینٹ پیٹرس برگ کے نئے (سنسکرت لغت) میں اسی کی پیروی کی گئی ہے۔ البتہ بانس ورتھ اپنے (مرہٹی لغت) میں ایک ہزار ملین قرار دیتا ہے اور تمام مسلمان اہل قلم نے جو سلسلۂ اعداد استعمال کیا ہے اس سے اس رقم کا صحیح ہونا ثابت ہے۔

[3] تقسیم جمع کی ان اسناد میں سے اکثر عہد حکومت کے پندرھویں سال کے متعلق ہیں اور غالباً یہ اس سے کم مالگزاری ظاہر کرتے ہیں جو بعد کے ۲۵ سالہ ترقی یافتہ انتظام کی صورت میں حاصل ہوئی ہوگی۔ بہرحال

ایسا اندازہ ہے جسے میں نے ان مفصل اعداد پر ترجیح دیکر، جو یہاں بیان کئے جاتے ہیں، اور جگہ بھی اختیار کیا ہے۔ یہ اعداد ابتدائً صرف اس غرض کے لیے پیش کئے گئے تھے کہ ابوالفضل کی عبارت کے متعلق میری مجوزہ ترمیم کی آزمائش ہو سکے۔ اور جواب محض اس لیے قائم رکھے گئے ہیں کہ بعد کی سلطنتوں کے صوبجاتی اعداد سے ان کا مقابلہ کیا جا سکے۔ ابوالفضل کی تلوّن مزاجی پر کوئی گمان نہیں کیا جا سکتا خواہ اس قسم کے رجحان کے لیے کیسا ہی قیاس کیوں نہ کیا جائے۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ آئین اکبری کی سی جامع کتاب جو سارے ہندوستان کے واقعات پر مبنی ہو، مختلف سرکاری محکموں کے اعداد و شمار سے مرتب کی گئی ہوگی جس میں، باقاعدگی کا بہت کم خیال رکھا گیا ہوگا۔ بنا بریں اس کے محاصل کی مندرجہ فہرستیں اس لحاظ سے ہر وقت قابل ترمیم متصور ہونگی کہ بروقت ان کی تکمیل نہیں کی گئی۔

اکبر کی تشخیص مالگزاری کا تقابلی اندازہ کرتے وقت یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ہر صوبے کو علاوہ ان اداشدہ رقوم کے، جو صوبجاتی حسابات میں درج کی جاتی تھیں، سواروں کا ایک رسالہ اور پیدل فوج کا دستہ بادشاہ کے لیے مہیا کرنا پڑتا تھا جس کی تفصیل دیگر شاہی مطالبات کے ساتھ پیش کر دی جاتی تھی۔ اس طرح ملک کو اپنی معمولی مالگزاری کی ذمہ داریوں کے علاوہ ایک کثیر فوج کے، خواہ وہ بے اثر ہی کیوں نہ ہو، مصارف برداشت کرنے پڑتے تھے۔ اس زمینداری فوج میں جو آدمی بھرتی کئے جاتے تھے، ان کی تعداد ۴۴۰۰۰۰۰[1] تک بتائی گئی ہے۔ اس کے علاوہ ہر ذیلی علاقے کو ہاتھیوں اور گھوڑوں کی بھی معقول تعداد رکھنی پڑتی تھی۔ بظاہر مطالبات سرکاری میں ان افواج کے مصارف کی کوئی منہائی نہیں کی جاتی تھی جن کو باقاعدہ شاہی

۱۲

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ جدید صوبجات کے محاصل کا انتظام صاف طور پر ظاہر کرتا ہے کہ اصل متن میں بعد کو اضافے ہوئے۔

[1] آئین اکبری متن صفحہ ۱۷۵۔ ترجمۂ گلیڈون۔ صفحہ ۲۳۷۔

فوج کے بالمقابل ''یومی فوج'' کہا جاتا تھا۔ اگر ہم ان مصارف کا اندازہ کریں جو ان افواج کی وجہ سے ملک پر عائد ہوتے تھے اور ان کی شرح گھٹا کر کم سے کم فی کس دو روپے بھی رکھیں (جس میں ہاتھیوں اور گھوڑوں کی خریداری اور چارہ شامل ہو) تو وہ خود ایک کروڑ پونڈ سے زیادہ ہو جاتے ہیں۔ اور چونکہ یہ محض مفروضہ اعداد ہیں لہذا ان کو بجا طور پر دوگنا کیا جا سکتا ہے۔

	دام	روپے
۱۔ الہ آباد۔	۲۱،۴۲،۲۷،۱۱۹	۵۳،۱۰،۶۷۷
۲۔ آگرہ۔	۵۴،۶۲،۵۰،۳۰۴[1]	۱،۳۶،۵۶،۲۵۷
۳۔ اودھ۔	۲۰،۱۷،۵۸،۱۷۲	۵۰،۴۳،۹۵۴
۴۔ اجمیر	۲۸،۶۱،۳۷،۹۶۸[2]	۷۱،۵۳،۴۴۹
۵۔ احمد آباد (گجرات)	۴۳،۶۸،۰۲،۳۰۱	۱،۰۹،۲۰،۰۵۷
''محاصل بندرگاہ	۱،۶۲،۶۲۸	۴،۰۶۵
۶۔ بہار	۲۲،۱۹،۱۹،۴۰۴	۵۵،۴۷،۹۸۵
۷۔ بنگال۔	۵۹،۴۸،۵۹،۳۱۹	۱،۴۹،۶۱،۴۸۲
۸۔ دہلی۔	۶۰،۱۶،۱۵،۵۵۵	۱،۵۰،۴۰،۳۸۸
۹۔ کابل[3] — دام	۲۷،۲۷،۱۷،۷۸۶	
۹۔ کابل[3] — (مبادلہ سکہ بغیر جنس کے)	۵،۰۱،۲۳،۲۰۰	۸۰،۷۱،۰۲۴

[1] گلیڈون نے ۴۶ کروڑ بتائے ہیں۔

[2] یہ میزان ضلع کی تفصیل سے حاصل کی گئی ہے۔ گلیڈون کے متن صفحہ ۱۰۵ پر صرف ۲،۲۸،۴۱،۵۰۷ دام درج ہیں۔

[3] جو دوسرے طور پر ''صوبۂ کشمیر'' کہلاتا تھا (باب دوم، صفحہ ۱۵۲) کابل کو جدید پایۂ تخت بیان کیا گیا ہے، (صفحہ ۱۹۹)۔ آخری تقسیم جمع صفحہ ۱۰۷، پر اس کو ''صوبۂ کابل'' بیان کیا گیا ہے۔ سرکار قندھار کے تحت صفحہ (۱۹۶ پر) سکوں کی ان اضافی قیمتوں کا تفصیلی ذکر ہے جن میں تقابلی طور پر یہ قیمتیں مقرر

۱۰ - لاہور	۵۵،۹۴،۵۸،۴۲۳	۱،۳۹،۸۶،۴۶۰
۱۱ - ملتان	۳۸،۴۰،۳۰،۵۸۹[۱]	۹۶،۰۰،۷۶۴
۱۲ - مالوہ	۲۴،۰۶،۹۵،۰۵۲	۶۰،۱۷،۳۷۶

جدید صوبجات

۱۳ - برار[۲] (تقسیم جمع سے)	۶۹،۵۰،۴۴،۶۸۲	۱،۷۳،۷۶،۱۱۷
۱۴ - خاندیس[۳]	۳۰،۲۵،۲۹،۴۸۸	۷۵،۶۳،۲۳۷

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - کی گئی ہیں - ۱۸ دینار کا ایک تومان = ۴۰ دام - حاشیہ پر لکھا ہے کہ خراسان کا تومان ۳۰ روپے اور عراق کا ۴۰ روپے کے مساوی ہے۔

[۱] ملتان کی آمدنی ابتدائی بیان میں ۱۵،۱۴،۰۳،۶۱۹ بتائی گئی ہے اور یہی کلکتے کے ترمیم شدہ نسخے اور گلیڈون کے قدیم ترجمے میں بھی درج ہے - مذکورہ اعداد سے صوبے کے مختلف اضلاع کی تفصیلی تقسیم جمع ظاہر ہوتی ہے جو فرد ہائے حساب انتظامی میں درج ہے۔

[۲] یہ آمدنی تفصیلی فرد حساب سے لی گئی ہے صفحات ۶۱ - ۶۰ یہ اعداد صریحاً غیر مکمل ہیں اور ذیلی جمع میں مفروضہ اعداد سے پُر کر دلئے گئے ہیں۔ اور یہ طریقہ نمایاں طور پر اس احتیاط کے برعکس ہے جو زیادہ باقاعدہ بندوبست شدہ صوبجات کی مالگزاری کی قلیل تر رقموں کے متعلق ملحوظ رکھی گئی تھی۔ لیکن جو صدر جمع یہاں دی گئی ہے وہ ان مقامی ٹنکوں کے خلاصے سے زیادہ مختلف نہیں ہے جو ذیل میں اس نسخے کے ایک دوسرے حصے سے نقل کئے گیے ہیں۔ گو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان میں بعد کو تحریف اور حسابات کی درستی عمل میں آئی ہے۔ "اس صوبہ (برار) میں تیرہ[۱۳] سرکار ہیں جو ایک سو بیالیس[۱۴۲] پرگنوں میں منقسم ہیں - اس ملک کا ٹنکہ دہلی کے آٹھ ٹنکوں کے برابر ہے - ابتداءً محاصل کی مقدار ۳½ کروڑ ٹنکے یا ۲۸ کروڑ دام تھی . . . . . سلطان مراد کی حکومت کے دور میں یہ مقدار بڑھ کر ۲۷۲،۳۰،۲۶۲،۶۴ دام ہو گئی"۔ آئین اکبری، گلیڈون - باب دوم - صفحہ ۴۷۔

[۳] صوبۂ خاندیس کے تمہیدی خلاصے (صفحہ ۶۶) میں محاصل کا اندازہ ۱۲،۶۴،۷۶،۲۵۲ براری ٹنکے کیا گیا ہے بحساب فی ٹنکہ ۲۴ دام، یعنی ۳۰،۳۴،۲۵،۳۸۸ دام لیکن فرد تقسیم صفحہ ۶۰، حصہ دوم میں صدر جمع ۱۲،۶۲،۴۷،۶۲ ٹنکے یا ۳۰،۲۵،۲۹،۴۸۸ دام بتائی گئی ہے۔

۱۵ - احمد نگر (غیر مندرجہ)
ٹھٹھہ .... ۶٬۶۲٬۵۱٬۳۹۳
۱۶٬۵۶٬۲۸۴

۱۴٬۱۹٬۰۹٬۵۷۶ [1]

صدر میزان　۳۸۳٬۳۸۳٬۶۳٬۶۷٬۰۵ دام

بحساب ۴۰ دام فی روپیہ مبلغ = ۱۴٬۱۹٬۰۹٬۵۸۴ روپے۔

ان ترمیم شدہ اعداد کی تقریبی صحت کی ایک عجیب توثیق مجھے ایک فرد حساب سے دستیاب ہوئی جو اتفاقاً اورنگ زیب کے محاصل کی زیادہ تفصیلی فردوں کے ایک فارسی قلمی نسخے میں محفوظ ہے۔ یہ نسخہ اب ایسٹ انڈیا لائبریری میں (نشان ۱۳۸۷) ہے جس کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ ۱۱۹۵ھ (۱۷۸۱ء) میں "نواب وزیر" کے کاغذات سے "مسٹر رچرڈ جانسن" کے لیے نقل کیا گیا ہے۔ اس نسخے سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ "راجہ ٹوڈرمل" کا دستور العمل [2] ہے لیکن اختتام پر نقل نویس کی تحریر سے صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے نظام

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ سابق اعداد میں صریحاً کوئی غلطی ہے، جو ۳۲ پرگنوں کی صدر جمع سے خود کافی طور پر ثابت ہو جاتی ہے۔ کیونکہ صرف جمع کرنے سے ان کی مقدار ۱٬۰۵۵٬۴۶۲٬۸۶۳ ٹنکوں کی کثیر رقم سے بھی بڑھ جاتی ہے۔

[1] اس صدر جمع میں مبلغ آٹھ روپیوں کی خفیف سی کمی ہے، جو داموں کی خفیف کسرات کو حساب میں ترک کر دینے کا نتیجہ ہے۔

[2] دستور العمل کی تعریف مشکل ہے۔ کیونکہ اس میں متعدد ہدایات متعلقہ عہدہ داران مال کے علاوہ سب کچھ ہو سکتا ہے۔ یہ اکثر ہدایت نامۂ عدالت، فہرست ملازمین دیوانی، فہرست ملازمین فوج، روزنامچہ، خلاصۂ آمدنی محاصل اندرونی و بیرونی، سکوں، پیمانوں اور اوزان کے متعلق عملی ہدایات، حالات دورہ اور مختلف قسم کی مفید اور ہدایتی معلومات پر مشتمل ہوتا تھا۔

مالگزاری کو شاہجہاں کے تحت راجہ رگھوناتھ داس نے اختیار کیا۔ اس نسخے کے ابتدائی فقرے میں محاصل ہندوستان کی صدر جمع کے متعلق دو اندراجات ہیں۔ ایک تو اکیس۲۱ صوبجات کے اضافہ شدہ محاصل کے متعلق ہے جو تفصیل سے اس میں بیان کئے گئے ہیں ان کی مقدار ۱۳،۸۰،۵۶،۳۰،۳۰ دام ہے، دوسرا اندراج "صوبجات ہندوستان بہشت نشان" کے عنوان کے تحت تیرہ۱۳ صوبوں اور ۹۱ سرکاروں کے متعلق ۴،۳۴،۶۹،۷۶،۲۹،۶۳،۶۶ دام (۸۰،۴۴،۲۲،۵۰،۱۹۱ روپے، معادل ۴۰،۴۴،۲،۵۸،۱۶۱ پونڈ) کی قلیل رقم کی حد تک محدود ہے جس سے غالباً اکبر کی آمدنی کا مستند اضافہ ظاہر ہوتا ہے۔ یہ اضافہ سابقہ ۶۴۶،۲۲،۵۵،۱۷،۹۷،۲۶،۶۱ دام پر ہوا تھا جو آئین اکبری کے مرممہ نسخے سے ماخوذ ہوئے تھے۔

اس ملک کی مالی آمدنی کا کسی خاص زمانے کے متعلق تعین کرنے میں سب سے پہلے یہ امر ملحوظ رکھنا چاہئے کہ ہندوستان نسبتہً ہمیشہ سے ایک مفلس ملک رہا ہے اور ہے جو زیادہ تر اپنی زمین کی پیداوار اور اپنی کثیر آبادی کی صنعتوں پر دارو مدار رکھتا ہے۔ ہندوستان کے محاصل، ۱۵ عہد حاضر کی طرح اس وقت بھی چھوٹی چھوٹی نیچی اونچی پہاڑیوں کی طرح، مختلف قلیل و کثیر آمدنیوں پر مشتمل تھے۔ سابقہ دوروں کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دھرم شاستر کے قانون محاصل کا نظریہ قدیم دیہی تنظیم پر مبنی تھا۔ یعنی یہ کہ مقامی راجہ یا حاکم کو مقامی معلومات کی بنا پر جتنے بھی ذرایع حاصل ہو سکتے ہوں ان میں وہ اپنا حصہ حاصل کرلے۔ تہذیب کی اس نوبت پر زمین کی پیداوار آنکھوں کے سامنے تھی خصوصاً جب کہ وہ زراعتی مواضع کے سالانہ سرمایے کا ایک خفیف سا جزو ہوتی تھی۔ اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ ایک حکمراں ہر قسم کے ابواب آمدنی کا مدعی ہوتا ہے، جو تجارتی منافع میں اس کے حصے سے لیکر مہینے میں ایک روز اشخاص سے جسمانی محنت لینے تک ہو سکتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ اناج کے سرکاری گودام کے لیے کھیتوں کی گھاس اور درختوں کے پتے تک لینے پر

اثر آتا تھا۔[1]

اس طریقے پر معاملات کسی اہم تبدیلی کے بغیر اس وقت تک چلتے رہے جبکہ اکبر نے معینہ محاصل اور تادیہ بذریعۂ سکہ کی پہلی تحریک کی جس میں یہ امر قابل لحاظ ہے کہ ایک ربع مقدار گندم کے ۲ ۱/۲ پنس اور ایک دن کی مزدوری کے ۱ ۱/۲ پنس کے حساب سے اس عظیم الشان سلطنت کے

---

[1] قوانین منو میں بادشاہ کے محاصل کی حسب ذیل تشریح کی گئی ہے:۔

(۱۲۹) جس طرح جونک، گائے کا بچھڑا، یا شہد کی مکھی، اپنی فطری غذا تھوڑی تھوڑی سی مقدار میں حاصل کرتی ہے اسی طرح بادشاہ کو بھی اپنی سلطنت سے سالانہ محاصل وصول کرنے چاہئیں۔

(۱۳۰) مویشی، جواہر اور سونے چاندی میں سے، جن میں ہر سال اضافہ ہوتا رہتا ہے بادشاہ ۱/۵۰ حصہ لے سکتا ہے اور غلے میں سے ۱/۸، ۱/۱۲ یا ۱/۶ حصہ قسم اراضی اور اس محنت کے لحاظ سے جو اس کی کاشت میں صرف ہوئی ہو۔ (خط کشیدہ عبارت دیسی شارحین کا اضافہ ہے)۔

(۱۳۱) وہ اس صریح اضافے میں سے بھی ۱/۶ حصہ لے سکتا ہے جو سال بہ سال درخت، شہد گھی، عطریات، ادویہ، مشروبات، پھول، جڑی بوٹی اور میوہ جات میں ہوتا رہتا ہے۔

(۱۳۲) نیز جمع شدہ پتوں، سبز ترکاریوں، گھاس، بید اور چمڑے کی بنی ہوئی اشیاء، سفالی برتن اور ہر قسم کی پتھر کی بنی ہوئی اشیا میں سے۔

ان مطالبات کے علاوہ بادشاہ تجارتی مال پر بھی (بلحاظ شرح آمدنی) ایک مناسب محصول کا مستحق تھا (۱۲۰) جس کو "چھوٹے پیمانے کی تجارت" پر برائے نام مقدار تک گھٹایا جاسکتا تھا۔ (۱۳۷) - اور ان اشخاص کو جو "مزدوری کے ذریعے اپنی پرورش کرتے تھے" ایک معین صورت میں محصول ادا کرنا پڑتا تھا یعنی "مہینے میں ایک روز کی" مزدوری۔ (۳۸)۔

ایک ذریعۂ آمدنی، جس پر بظاہر بہت اعتماد کیا جاتا تھا لاوارث مال تھا، خصوصاً وہ جس کا کوئی بھی وارث نہ ہو اور جو کامل طور پر حکومت کو مل جاتا تھا (باب ۸ صفحہ ۳۰) اور آخر میں اس حق شاہانہ کا شمار ہونا چاہئیے۔ جو "قدیم خزانوں" جمع شدہ دولت اور بیش بہا معدنی جواہر ارضی" میں نصف کی حد تک ہوتا تھا (۳۹)۔

کشتی رانی کے محاصل جن کی تفصیل دیگر دفعات قانونی میں ہے شاہی آمدنی کا

محاصل کی تشخیص ایک ایسے سکے کی صورت میں ہوئی جو ہمارے نصف پینی[1] کے سکے کے برابر ہے۔ عام کاشتکاروں کے محدود ذرایع آمدنی کے لحاظ سے یہ ایک مناسب اور ضروری رعایت تھی۔ ان کاشتکاروں کا خفیف سا تاوانی رقم جو بعض اوقات بصورت جنس بھی ہوتا تھا روپے کی معمولی کسرات میں پوشیدہ ہوسکتا تھا۔ اس طرح سلطنت کے طول وعرض میں ۱۵،۳۶۰،۰۰۰،۰۰۰ سکہ جات، ہزاروں دقتوں سے جمع کرنے پڑتے تھے۔ تب کہیں مغلیہ خزانہ بھرتا تھا۔

اکبر نے اس قسم کے بیشتر پریشان کن محاصل کی تنسیخ کا دعویٰ کیا ہے جو مسلّم طور پر "ہندوستان کے متروکہ لگان" کے برابر تھے[2]۔ ان زیر بحث محاصل کی کامل فہرست ذیل میں دی گئی ہے۔ اور دیگر مطالبات سرکاری میں جو اس طرح ترک کردیے گئے، خاص طور پر اسلامی جزیہ نمایاں ہے، جو غیر مسلموں پر عاید کیا جاتا تھا۔ (ملاحظہ ہو "پٹھان سلاطین دہلی کی تاریخ" حاشیہ نشان ۵، صفحہ ۲۷۲)۔ یہ ایک قسم کا محصول آمدنی تھا جو ہنود کے مختلف طبقوں پر، ان کے ذرایع آمدنی کے لحاظ سے مقرر کیا گیا تھا۔ اس کو ایک لحاظ سے عداوت انگیز کہا جاسکتا ہے۔ لیکن یہ بہت معمولی تھا اور آسانی سے جمع ہوجاتا تھا۔ اور اس کے ساتھ وہ تکلیف دہ تحدیدی طریقے نہ تھے جو

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ایک اہم باب رہے ہونگے۔ آئین منو۔ مصنفہ سی جی۔ ہفٹن، لندن ۱۸۲۵ء۔

[1] نظام الدین احمد نے منو ۷۔ پر جو رقم ۳۲،۰۰۰،۰۰۰ پونڈ کی بتائی ہے اس کو ۴۸۰ یعنی ایک پونڈ کی نصف پینیوں کی تعداد سے ضرب کیا گیا ہے۔ دام مساوی تھا ۲،۴ فارذنگ کے (ملاحظہ ہو صفحہ ۴۳۰) اگر روپے میں دو شلنگ کی معمولی شرح سے حساب لگایا جائے۔ لیکن فی روپیہ دو شلنگ تین پنس کے حساب سے دام کی قیمت ۳ فارذنگ ہوگی۔

[2] گلیڈون۔ باب ۱۔ صفحہ ۳۵۹۔ کی اصل عبارت یہ ہے "بیشتر، وجوہات کہ برابر محصول ہندوستان بود بانیرد شکرانہ بخشایش یافت" نسخہ کلکتہ، صفحہ ۳۰۱۔

برطانوی محاصل آمدنی کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ لیکن جزیے کے متعلق بڑا اعتراض یہ تھا کہ حاکم وقت کے مزاج یا مذہبی خیال کے لحاظ سے اس پر عمل برابر نہیں ہوتا تھا۔ فیروز شاہ نے اُسے شدتِ جوش سے انتہا کو پہنچا دیا تھا حالانکہ وہ دوسرے طور پر اپنی رعایا کے خیالات اور ضروریات کے موافق کارفرما تھا۔ بعد کے بادشاہوں کے زمانوں میں جزیہ مختلف صورتوں میں رہ کر آخر کار اکبر کے اسلامی عقاید سے منحرفانہ رجحانات کے باعث منسوخ ہو گیا لیکن پھر اورنگ زیب نے اپنے اسلامی جوش کے تحت اسے نافذ کر دیا۔

فہرست محاصل جو اکبر نے منسوخ یا کم کر دیئے

۱۔ جزیہ:۔

قسم (الف) للعہ روپے : قسم (ب) عـــہ روپے : قسم (ج) عـــہ روپے

[یہ شرح فیروز شاہ کی ہے "پٹھان سلاطین دہلی کی تاریخ" صفحہ ۲۳۵ آئین اکبری[1] میں کوئی معین شرح نہیں ہوا

۲۔ میر بحری: بندرگاہ اور کشتی رانی کا محصول۔

[محاصل بحری ۲½ فی صدی تک گھٹا دیے گئے تھے۔ محصول جو دریائی سامان پر لگایا جاتا تھا "ہر ہزار من کے لیے فی کوس ایک روپیہ" تھا (یا اندازاً ہر ڈھائی میل پر ۲۴۵ ٹن کے لیے دو شلنگ) کشتی رانی کے ذریعے باربرداری کا محصول ہاتھی کے لیے دس دام سے لے کر ادنیٰ ترین باربرداری کے جانور پر ۱/۱۶ دام تک مقرر تھا]۔

۳۔ کر:۔ سنسکرت (　　) زائرین اور مذہبی اجتماع پر محصول۔

۴۔ گاؤ شماری:۔ مویشیوں پر محصول۔

---

[1] آئین اکبری، فارسی نسخہ، کلکتہ، صفحہ ۳۰۱۔ ترجمہ گلیڈون باب ۱، صفحہ ۳۵۹۔

۵ - سر درختی :- درختوں پر محصول۔
۶ - پیشکش :- جو تقررات کی صورت میں بطور اظہار تشکر ادا کیا جاتا تھا۔
۷ - فروق و اقسام پیشہ :- تجارتی اجازت نامے۔
۸ - داروغگانہ :- حق داروغہ۔
۹ - تحصیلداری :- حقِ تحصیلدار۔
۱۰ - فوطہ داری :- حق خزانچی۔
۱۱ - سلامی :- زمینداروں کا نذرانہ۔ ۱۸
دیگر متعدد مقامی اصطلاحات کی طرح اس میں بہت سی
بے قاعدہ وصولیابیاں شامل ہو سکتی تھیں۔
۱۲ - وجہ کرایہ :- کرایہ پر محصول۔
۱۳ - خریطہ :- نقد تادیے کی صورت میں تھیلوں پر محصول۔
۱۴ - صرافی :- سکّہ پرکھنے کی اجرت۔
حاصل بازار :- محصول بازار بر فروخت۔

۱۵ - نخاس :- مویشی۔
۱۶ - سن :- سن۔
۱۷ - کنبل :- کتیل۔
۱۸ - روغن :- گھی۔
۱۹ - ادھوڑی :- کھالیں۔
۲۰ - کیّالی :- اندازے کی پیمائش۔
۲۱ - وزانی :- قطعی وزن۔
۲۲ - قصابی :- جانور ذبح کرنے کی اجرت پر۔
۲۳ - دباغی :- کھالیں صاف کرنے کی اجرت پر۔
۲۴ - قمار بازی :- (پانسے کا جوا)۔
۲۵ - قنلغہ سادری :- (کتلا سازی، آراکشی۔

۲۶ - راہ داری :- محصول منتقلی۔
۲۷ - پک[1] :- ایک قسم کا شملہ (محصول جو دستار وغیرہ پر لیا جاتا تھا)۔
۲۸ - دودی :- دھوئیں پر یعنی مطبخ پر محصول۔
۲۹ - رسم خانہ :- بر فروختِ مکانات (جو بائع اور مشتری سے وصول کیا جاتا تھا)۔
۳۰ - نمکی :- نمک سازی پر۔
۳۱ - بلکٹی :- تیاری فصل پر محصول (بال کاٹی یعنی غلے کی بالیں کاٹنے پر محصول)
۳۲ - پٹی نمد :- نمدے کی تیار شدہ پٹیوں پر۔
۳۳ - چونہ گری :- چونہ سازی۔
۳۴ - خماری :- مشروبات نشہ آور کی فروخت۔
۳۵ - دلالی :- دلال کی اجرت پر۔
۳۶ - ماہی گیری :- مچھلی پکڑنے پر۔
۳۷ - حاصل درخت آل :- رنگ سازی پر۔
۳۸ - سائر جہات :- اس اصطلاح سے دیگر مختلف قسم کے مطالبات و محاصل مراد تھے۔

اکبر کی فہرست محاصل کا آخری محصول ڈی لیٹ[2] کی مطبوعات سے

---

[1] خطۂ دہلی کے چوبچوں (چار جمبوں) میں سے ایک۔
۱- پاگ - ۲- تاگ "وہ کپڑا جو بچوں کی کمر سے لپیٹا جاتا تھا" ۳- کودی یا کوری "جوطا"- ۴- پنچی - "وہ "ثم" "مویشی" از فرہنگ ولسن۔ الیٹ کی فرہنگ میں باب ۱۔ صفحہ ۴۶ پر پالکٹی یعنی پلا یا جھبیری "وضعات" کے نام سے دیگر چھوٹے محاصل کی تفصیل دی گئی ہے۔ درانتی اور کھرپا۔

[2] اس تصنیف کا وہ حصہ جس سے یہ اقتباس (مکرر طبع شدہ) لیا گیا ہے تاریخ ہند کے دسویں باب یا ضمیمے کی حیثیت رکھتا ہے اور ہمعصر قومی و دیگر اسناد سے ماخوذ ہے۔ اس کا ترجمہ ولندیزی سے

حاصل کیا گیا ہے جو سورت کے ولندیزی کارخانے کے صدر پی۔ ونبرگن بروک کی مہیا کردہ معلومات پر مبنی تھا۔ صدر موصوف اپنے زمانے کی تجارت اور ساہوکاری سے خوب واقف تھا۔ اسے یقیناً آئین اکبری کے صحیح نسخوں یا دیگر سرکاری کاغذوں کو دیکھنے کی ممکنہ سہولت حاصل ہوئی ہوگی جس کی بدولت اس نے ہماری موجودہ روایات کے نقائص کی اصلاح کی ہوگی۔ عجیب بات ہے کہ جو مواد یہاں دیا گیا ہے وہ میری اس ترمیم کی کامل صحت کو ثابت کر سکتا ہے جسے میں نے اپنے موجودہ قلمی نسخوں یا ضمناً گلیڈون کے ترجمے کے متعلق پیش کیا ہے۔ یعنی یہ کہ فارسی نسخے کے "۳ ارب" کی بجائے "۶ ارب" بنایا جائے جس کے متعلق مجھے اعتراف ہے کہ میں نے اس وقت[1] اس خیال کے تحت اعتماد سے کام نہ لیا تھا کہ اس سے ساری حاصل کردہ معلومات کو نقصان پہنچ رہا تھا۔ ورنہ یہ خلاصہ سکندری ٹنکے کی قیمت کے لحاظ سے جو میں نے مقرر کی ہے صریحاً اہم ہے۔ اور برخلاف اس کے حسابات کے دام کی کامل تعریف کر کے اس نے میرے اس مفروضے کی غلطی کو بھی ثابت کر دیا ہے کہ حسابات مالگزاری میں ان مؤرخوں کو فرشتہ وغیرہ نے دوہرے دام کے معنوں میں استعمال کیا ہے[2]۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:۔ لاطینی زبان میں کیا گیا ہے۔ واقعات کی تاریخوں کا سلسلہ ۱۶۲۸ء تک بتایا گیا ہے۔

کلکتہ ریویو (اکتوبر ۱۸۷۱ء، جنوری ۱۸۷۲ء) میں مسٹر۔ ای۔ لیتھ برج کا ایک نہایت اعلیٰ مضمون بعنوان "ٹوپوگرافی آف دی مغل امپائر" پڑھ کر میری توجہ اولاً اس نادر و قیمتی تصنیف کی طرف مبذول ہوئی جس میں نہایت قابلیت اور مستقل مزاجی کے ساتھ جغرافی حالات کی تفصیل دی گئی ہے جو افتتاحی باب موسوم بہ "انڈی سیو امپیرائی میگنی موگولس ٹوپوگرافیکا ڈیسکرپٹیو" پر مشتمل ہے۔

[1] "پٹھان سلاطین دہلی کی تاریخ" صفحہ ۲۸۸ حاشیہ نشان ۳۔

[2] صفحات ۳۶۹ و ۳۸۷۔ نیم سرکاری دستور العمل جو اورنگ زیب کے تیسرے سال حکومت کے تھے اور جن کے متعلق متن میں آیندہ بھی حوالہ آئیگا تفصیلاً ان شرح مبادلہ کو ظاہر کرتے ہیں جو اس زمانہ مابعد

"جہانگیر بادشاہ کی تاج پوشی کی تقریب میں حسب رواج عام ایران، تاتار، گولکنڈہ، بیجاپور، دکن نیز ہمسایہ راجاؤں کے سفیر آئے اور نہایت قیمتی تحفے لائے تاکہ اپنی مبارک بادیں عرض کریں۔ خود صوبجات قندھار، کابل، کشمیر، غزنی اور بنازد، گجرات، سندھ، نیز ٹھٹھہ، خاندیس، برام پور (برہان پور)، برار، بنگالہ، اوڑیسہ، اودھ، مالوہ، آگرہ، دہلی (مع اپنی حدود کے) اور اکبر باشاہ کی ہر سال کی آمدنی جیسا کہ سرکاری اطلاعات سے واضح ہے چھ ارب ترانوے کروڑ دام یعنی اگر تنگہ میں لیں تو تین ارب انچاس کروڑ تنگہ تھی۔ ملک کے اگر دیگر سکوں میں شمار کریں تو روپے کے بیس تنگے ہوتے ہیں یا ایک کروڑ تنگے کے پانچ لاکھ روپے سترہ کروڑ اور پینتالیس لاکھ روپے، یہ سالانہ آمدنی امیروں، سپہ سالاروں اور فوجی تنخواہ یاب لوگوں میں خرچ ہوتی ہے (آئین اکبری سے لے کر ہم اسے بیان کرتے ہیں)" صفحات ۲۰۶-۲۰۷۔ ۲۱

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ: میں رائج تھے، اور ۱/۴۰ روپے کے دام کو "تنخواہی" یا مالگزاری دام سے ممیز کرتے ہیں۔ چونکہ زیر بحث عبارت پر خیال آرائی ہو سکتی ہے اس لیے میں اصلی فارسی عبارت درج کرتا ہوں:-

یک روپیہ را شانزدہ آنہ مقرر است و آنہ را بست دام مقرر و دیگر دام تنخواہی یک روپیہ را چہل دام میشود و دام خام یک پل را بست و پنج دام مقرر است۔ ذائد قلمی نسخہ جات برطانوی عجائب خانہ۔ نشانات ۶۵۹۸ اور ۶۵۹۹ ب، نیز دیکھو صفحات ۵۸ اور ۳۶۰۔

جہانگیر کے محاصل

موضوع کا دوسرا حصہ ہمارے ملک کے ان لوگوں کی رودادوں سے متعلق ہے جو ہندوستان سے تجارت کرتے تھے یا ان انگریزوں کی رودادوں سے جن کی رسائی مغل اعظم کے دربار تک ہوئی۔

ان میں سب سے ممتاز کیپٹن ولیم ہاکنس[1] ہے جس نے آگرہ پہنچنے کے بعد ۱۶۰۹ء میں "ترکی" زبان کی واقفیت کی وجہ سے جہانگیر کے پاس بہت رسوخ حاصل کرلیا تھا۔ ایک مدت تک اس پر شاہانہ الطاف کی کوئی حد نہ رہی[2]۔ ہاکنس کو ملک کے امرا میں انگلیس خاں (انگریزی امیر) کے

---

[1] میں نے کہیں اور اس شخص کا حوالہ "رچرڈ ہاکنس" کے نام سے دیا ہے۔ اصل عیسائی نام کے متعلق میری یہ غلطی "مرے کی سیر و سیاحت ایشیا" (باب ۲، صفحہ ۲۶) کے مطالعے کی وجہ سے تھی جس میں اس کا یہی نام بتایا گیا ہے۔

[2] "حسب الحکم میں دربار میں داخل ہوا جہاں مجھے روزانہ شاہ سے گفتگو کرنے کا موقع ملتا تھا۔ رات اور دن، انگلستان اور دیگر ممالک کے حالات کے متعلق مجھ سے گفتگو کرنے میں انہیں مسرت حاصل ہوتی تھی........ اس طرح ایک طویل مدت گزر گئی اور اب میں شاہ کا بہت مقرب ہوگیا تھا۔ ...... اور الطاف شاہانہ کی وجہ سے مجھے رات دن میں تقریباً بارہ گھنٹے شاہ کی خدمت میں گزارنے پڑتے تھے (لیکن جب وقت الٹا آیا تو) انتقام پرور وزیر عبدالحسن نے "حکم دیا کہ اب مجھے سرخ سائبان کے اندر داخل نہ ہونے دیا جائے جو ایک عزت کا مقام ہے اور جہاں اب تک مجھے شاہ کے قریب رکھا جاتا تھا

خطاب کے ساتھ جگہ دی گئی، اور اس کے لیے ایک وظیفہ مقرر کر دیا گیا۔ اور اس کو مقرب خاص بنانے کے لیے تو شہنشاہ نے اس سے یہ بھی کہا کہ وہ "حرم سے کوئی خوبصورت لڑکی" منتخب کرلے، جسے شاہی حکم سے عیسائی بنا دیا جائے گا۔ لیکن ہاکنس نے اس لطف و کرم کو قبول کرنے سے اجتناب کیا اور آرمینیا کی ایک "شریف نسل عیسائی عورت" سے نکاح کر کے اس مسئلے کو حل کر دیا۔ ۲۲

ان شاہانہ عنایات کی وجہ سے جو یہودیوں کے شامل حال تھیں دربار کے زیادہ متعصب مسلمانوں کا روز افزوں حسد اس لیے انتہا کو پہنچ گیا کہ بادشاہ کے حکم سے اس کے بھائی کے تین بیٹوں کو عیسائی عقائد کے مطابق بپتسمہ دیا گیا۔ اس کے یہ بھتیجے اس کے ناگوار قریبی رشتہ دار تھے۔ ولیم فنچ کے الفاظ میں "ان کو شہر کے تمام عیسائیوں کے ساتھ جو ساٹھ سواروں پر مشتمل تھے اور جن کا سرگروہ کیپٹن ہاکنس تھا اس طرح گرجا پہنچایا گیا کہ سینٹ جارج کا علم، انگلستان کے اعزاز کے طور پر آگے آگے تھا۔"[۱]

۱۶۱۱ء میں ہاکنس ہندوستان سے واپس ہوا اور راستے ہی میں اس نے وفات پائی۔ اس کا اصل بیان ابتداءً اس کی تحریر کردہ ایک رُوداد میں شامل تھا جو اس نے "انگریزی کمپنی" کے نام روانہ کی تھی۔ اسی میں سے یہ تلخیص کی گئی ہے۔[۲]

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:۔ اور جہاں سلطنت کے صرف پانچ آدمی میرے سامنے ہوتے تھے" پرکھاس باب ۱۱، حصہ ۷، دفعہ ۲، صفحات ۲۰۹ تا ۲۱۳۔ سیاحت کر، باب ۸، صفحہ ۲۵۲۔

[۱] بیان ولیم فنچ تاجر جو کیپٹن ہاکنس کے ساتھ تھا۔ پرکھاس۔ باب ۱۔ صفحہ ۴۳۱ کر، باب ۸۔ صفحہ ۲۸۷۔

[۲] ولیم ہاکنس کے بیان کے متعلق کر کی رائے ہے کہ "کیپٹن ہاکنس،" "ڈریگن" میں کیپٹن کیلنگ کے ساتھ تھا جبکہ انگریزی کمپنی تیسری سیاحت پر روانہ ہوئی۔ فنچ بھی ہاکنس کے ساتھ اسی جہاز میں تھا، اور اسی کے ساتھ مغل شہنشاہ کے ملک میں داخل ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ موجودہ بیان، جیسا کہ اس کا عنوان پلگرمس (زائرین) میں درج ہے، کمپنی کو لکھا گیا تھا اور بظاہر خود ہاکنس کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اور یہ پرکھاس کی قلم اندازی کے شائبے سے محفوظ ہے۔ سیاحت کر، باب ۸، صفحہ ۲۲۰۔

"شاہِ مذکور کی شاہی آمدنی پچاس کروڑ روپے ہے۔ ہر کروڑ سو لاکھ کا اور ہر لاکھ سو ہزار روپیوں کا ہوتا ہے[1]۔

۲۲ اس کے ملک کی حدود اس قدر وسیع ہیں جس قدر کہ ایک کاروان دو سال کے سفر میں طے کر سکتا ہے یعنی قندھار سے آگرہ، سوئٹرے (ست گاؤں) واقع بنگال سے آگرہ، کابل سے آگرہ، دکن سے آگرہ، سورت سے آگرہ ٹھٹھہ واقع سندھ سے آگرہ۔ آگرہ ایک حیثیت سے اس کے تمام علاقوں کا مرکز ہے۔" بحوالۂ پرکھاس، باب ۱، صفحہ ۲۱۶۔

۱۶۰۹ئہ تا ۱۶۱۱ئہ کے محاصل ہندوستان کے متعلق یہ بیان کامل طور پر معین اور ما بدیب شبہات سے معرّا سمجھا جانا چاہیئے اس کی صحت یا بیان کرنے والے کی کافی واقفیت کے متعلق بھی اعتراض کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے[2]۔ ہاکنس ایک تجربہ کار تاجر تھا جسے اپنے کاروبار کے ضمن میں

---

[1] پرکھاس کے حاشیے کی عبارت میں یہ اضافہ ہے کہ "ایک روپیہ دو شلنگ کے برابر ہے بعض دو شلنگ تین پنس اور بعض دو شلنگ چھ پنس بھی بتاتے ہیں۔" ٹیری ۱۶۱۶ئہ میں روپیوں کے متعلق بیان کرتا ہے کہ وہ "مختلف قیمتوں کے ہوتے تھے۔ روپیہ کم سے کم دو شلنگ اور زیادہ سے زیادہ دو شلنگ نو پنس کا ہوتا تھا۔ پرکھاس باب ۲، صفحہ ۱۴۷۱۔ کر، باب ۹، صفحہ ۲۹۲۔

[2] قدیم انگریزی اصطلاح "شاہی اراضی" میں یقیناً اصلاح کی ضرورت ہے، جس کے معنی صرف مالگزاری اراضی کے نہیں لیے جا سکتے، بلکہ اس کے وسیع معنی "شاہی ملکیت" ہونے چاہئیں جس میں عام محصول، چنگی اور دوسرے تمام چھوٹے چھوٹے محصول شامل ہیں اور جس کے متعلق خود مصنف نے ایک خاکا پیش کیا ہے مثال کے طور پر اس صورت حال کو کہ مختلف عناصر اور جزئیات سالانہ میزان کو کس طرح متاثر کرتے تھے ہاکنس نے بیان کیا ہے۔ یہ بات خود اس کے مشاہدے میں آئی ہے کہ بادشاہ نے اپنی رعایا میں سے ایک شخص کی موت کے بعد اس کی جائداد پر قبضہ کر لیا۔ جواہر، چاندی، اور دوسری نادر و قیمتی اشیاء کے علاوہ، صرف سونا اس کے خزانے میں ساٹھ من تھا۔ ہر من پچپن پونڈ وزن کے مساوی تھا۔ متوفی لوگوں کی جائداد کو حکومت کے حق میں ضبط کرنے کا دستور خود ہمارے ہموطنوں کے لیے ایک مستقل مصیبت کا معاملہ تھا اور اس کے

شرح مبادلہ اور سکوں کی قیمت سے کامل طور پر واقف ہونا ضروری تھا۔
اس نے بعد میں ملک کے محاصل اور عام نظم ونسق کے متعلق غیر معمولی ذرائع
معلومات حاصل کر لیے تھے اور ان کے متعلق کم و بیش ایک بسیط تفصیل دی
ہے۔ مجھے اطمینان کے ساتھ اس کے ایسے بیانات کا حوالہ نہ دینا چاہئے جو
اس برِ اعظم کے ان حصص کے جغرافیے کے متعلق ہیں جو خود اس نے نہیں دیکھے۔
لیکن میں اُن معاملات کے متعلق اس پر اعتماد کرنے کے لیے تیار ہوں جو
اس کے علم و مشاہدے میں آئے تھے۔ شاہِ وقت کا ایک مقربِ خاص،
ملک کا ایک وظیفہ خوار امیر جس نے ملک کے رسم و رواج کو جلد سیکھ لیا تھا
کسی دشواری کے بغیر شاہی خزانے کی فرد بقایا کی صدر میزان کا پتا چلا سکتا ۲۴
تھا، جب کہ اس کو ایسے امور سے بھی واقفیت کرا دی گئی تھی جن کے معلوم
کرانے میں اس قدر سخت احتیاط کی ضرورت تھی جس قدر کہ خود شاہی خزانے
کی اصل حالت کو معلوم کرانے میں ہو سکتی تھی۔[1]

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ: سدباب کے متعلق اکثر ہمارے ابتدائی عہد ناموں میں ذکر کیا گیا ہے۔ مثلاً
کنونشن، مصنفہ تھامس بسٹ مطبوعہ ۱۶۱۲ء پیراگراف ۸۔ (کر، باب ۹، صفحہ ۱۰۱) ٹریٹی مصنفہ
رَو پیراگراف ۱۱ (کر، باب ۹، صفحہ ۲۷۲)۔

[1] ڈبلیو۔ ہاکنس کے بیان میں جو جہانگیر کے خزانے کے متعلق ہے حسب ذیل تفصیلات درج ہیں۔
(پرکھاس۔ باب ۱، صفحہ ۲۱۷۔)

	سونا		روپے
(الف)۔	ساٹھ لاکھ، بحساب ۱۰ روپے فی مہر	=	۶۰،۰۰،۰۰۰
(ب)۔	ایک دوسرے قسم کی مہر بحساب ایک ہزار ״ ״ ״ ۲۰۰۰۰	=	۲،۰۰،۰۰،۰۰۰
(ج)۔	״ ״ ״ ״ ״ ۵۰۰ ״ ״ ۱۰۰۰	=	۵۰،۰۰،۰۰۰
(د)۔	۲۰ تولے کے سونے کی ایک مہر ۳۰،۰۰۰ (۱۰ × ۶۰،۰۰۰		۶،۰۰،۰۰۰
(ھ)۔	۱۰ ״ ״ ״ ״ ״ ۲۵،۰۰۰ (۱۰ × ۲۵،۰۰۰)	=	۲۵،۰۰،۰۰۰

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس زمانے کے عہدہ داروالیان ریاست کے مالی حالات کے ظاہر کرنے میں کوئی احتیاط ملحوظ نہیں رکھتے تھے حتیٰ کہ سر تھامس رُو جو زیادہ دخیل نہ تھا ایک ایسے زمانے میں جبکہ یورپی اشخاص نے ایک مدت تک اپنا پہلا وقار کھو دیا تھا، اپنے دوست صوبہ دار پٹنہ سے[1] اس صوبے کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔

(و)۔ ۵ تولے کے سونے کی ایک مہر ۵۰،۰۰۰ (۱۰× ۲،۵۰،۰۰۰ = ۲۵،۰۰،۰۰۰

چاندی

(الف)۔ اکبری روپیہ ۱۳ کروڑ = ۱۳،۰۰،۰۰،۰۰۰

(ب)۔ سلیم شاہ موجودہ شاہ کا سکہ ۱۰۰ تولے، ۵۰،۰۰۰ = ۵۰،۰۰،۰۰۰

(ج)۔ " " " " " ۵۰ " ۱،۰۰،۰۰۰ = ۵۰،۰۰،۰۰۰

(د)۔ " " " " " ۳۰ " ۴۰،۰۰۰ = ۱۲،۰۰،۰۰۰

(ھ)۔ " " " " " ۲۰ " ۳۰،۰۰۰ = ۶،۰۰،۰۰۰

(و)۔ " " " " " ۱۰ " ۲۰،۰۰۰ = ۲،۰۰،۰۰۰

(ز)۔ " " " " " ۵ " ۲۵،۰۰۰ = ۱،۲۵،۰۰۰

(ح)۔ ایک قسم کا سکہ جو سوائے کہلاتا تھا اور ۱/۴ تولے کا تھا ۲،۰۰،۰۰۰ = ۲،۵۰،۰۰۰

(ط)۔ آیا گریاں جو چھ تولے کی ہوتی ہیں۔ ۱،۰۰،۰۰۰ یہ اس سے زیادہ ڈھالی

یہ مہریں زیادہ تعداد میں ڈھالی جانی چاہئیے تھیں لیکن اس کے برعکس حکم دیا گیا۔ = ۱،۲۰،۰۰،۰۰۰
۲۳،۱۸،۴۹،۹۵،۰۰۰ روپے
یا
۲۳،۱۸،۴۹،۵۰۰ پونڈ

[1] سر تھامس رو، جمال الدین حسین، صوبہ دار پٹنہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "اس نے مجھے ایک کتاب دکھائی جس میں اس کے زمانے کے تمام قابل یادگار واقعات کی تفصیل درج تھی جو وہ روز لکھا کرتا تھا

آمد و خرچ کی مکمل کیفیت حاصل کر سکا تھا۔ چونکہ دربار کے ممتاز اشخاص سے اس کے زیادہ روابط نہ تھے، اس لیے اس نے غالباً عقلمندی کے ساتھ شاہی ذرائع آمدنی کے اظہار میں مندرجۂ ذیل خلاصے کے عام بیان تک اپنی رائے کو محدود رکھا۔ "محاصل کے لحاظ سے وہ یقیناً ترک یا ایرانی یا کسی اور مشرقی بادشاہ سے بڑھا ہوا تھا۔ میں مقدار رقوم بیان کرنے کی جرات نہیں کر سکتا۔" (خط منجانب سر تھامس رو، سفیر جیمس اول، بہ دربار آگرہ بنام آرچ بشپ آف کنٹربری، مرقومہ اجمیر در ۱۶۱۵ء)[۱]

تھامس کوریٹ، جو دوسرے مقامات پر، ایک طرح سے تھامس رو[۲] کو دہراتا ہے، اسی سال اجمیر سے لکھتے ہوئے ضمناً جہانگیر کے محاصل کا ذکر حسب ذیل الفاظ میں کرتا ہے۔ "اس کی سلطنت نہایت وسیع ہے" جس کا دور تقریباً چالیس ہزار انگریزی میل کا ہے، جو تقریباً ترکی حدود کے مساوی کہا جا سکتا ہے۔ یا اگر مغلیہ سلطنت کسی لحاظ سے اس سلطنت سے کم بھی ہو تو اسے یہ امتیاز حاصل ہے کہ بہ نسبت کسی اور ملک کے اس کو

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ:۔ اور میرے سامنے اس کی ایک نقل پیش کی بشرطیکہ میں اس کا ترجمہ کرا لوں۔ اس میں شاہ کے محاصل کا بھی ذکر تھا اور اس طریقے کا بھی جس کے ذریعے محاصل میں اضافہ کیا جاتا تھا، امرا کی تنخواہوں سے رقمیں وضع کی جاتی تھیں، تحائف قبول کئے جاتے تھے اور جائدادیں ضبط کر لی جاتی تھیں۔ اس نے مجھے بتایا کہ ہر صوبے کی حکومت ایک معین لگان بادشاہ کی خدمت میں گزرانتی تھی۔ اس طرح وہ پٹنہ کی حکومت کی جانب سے بادشاہ کو گیارہ لاکھ روپے سالانہ دیتا تھا۔ حکومت کا باقی سب منافع اس کا ذاتی ہوتا تھا۔ اس کو کامل اختیار تھا کہ وہ جس قدر چاہے لے لے۔ اس کی فوج پانچ ہزار سواروں پر مشتمل تھی اور ہر سوار کی سالانہ تنخواہ دو سو روپے تھی لیکن وہ صرف پندرہ سو سوار رکھتا تھا اور زائد رقم کو بچت کی حیثیت سے لینے کا مجاز ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ اس کو روزانہ ایک ہزار روپے کا وظیفہ مقرر تھا اور اس کی بعض چھوٹی چھوٹی جاگیریں بھی تھیں۔" پرچس، باب ۱، صفحہ ۴۳۳۔ سیاحت کر، باب ۹، صفحہ ۲۰۸-۲۰۲۔

[۱] سیاحت پرچس، باب ۱، صفحہ ۶۵۹۔

[۲] پرکھاس، باب ۱، صفحہ ۵۹۴۔ کر، باب ۹، صفحات ۴۲۲ و ۴۲۸۔

زیادہ زرخیز اراضی ودیعت ہوئی ہے اور تمام سلطنت ایک خوبصورت براعظم کی صورت میں ہے جس کے اندر کسی اور بادشاہ کی چپہ بھر بھی زمین نہیں ہے"۔ مغلیہ سلطنت کے سالانہ محاصل چار کروڑ کراؤن تک پہنچتے ہیں جبکہ ایک کراؤن چھ شلنگ کے برابر ہے۔ برخلاف اس کے ترکوں کے محاصل ڈیرھ کروڑ سے زیادہ نہیں، جیساکہ مجھے موثق ذرائع سے قسطنطنیہ میں معلوم ہوا تھا اور نہ صوفیہ کے پچاس لاکھ سے زیادہ ہیں۔

میں اس آخری اقتباس کو اس کی حالت پر چھوڑ دیتا ہوں، کیونکہ اس کے اعداد میں اور دیگر ہمعصر شہادت کے اعداد میں مطابقت پیدا کرنا مشکل معلوم ہوتا ہے[1]۔ اس سے ۱۲۰۰۰۰۰۰ پونڈ کی جو جمع برآمد ہوتی ہے وہ شاہی آمدنی کے معیار سے بہت کم ہے، خواہ اسے محض آمدنی مالگزاری ہی کیوں نہ سمجھا جائے۔ اور "چھ شلنگ کے کراؤن" سے شمار کرنے کا طریقہ بالکل عجیب ہے، اور اسی خط کے دوسرے فقرے کی ضد معلوم ہوتا ہے، جہاں مصنف نے اس تحفے کا ذکر جو شہنشاہ کو قیامِ اجمیر کے وقت پہنچا، اس طرح کیا ہے کہ "وہ ان کے یہاں کے دس لاکھ کی مالیت کا تھا، ایک لاکھ ۱۰۰۰۰ پونڈ اسٹرلنگ کے برابر ہوتا ہے"۔

چونکہ اجمیر پہنچنے کے بعد کوریٹ کا یہ پہلا خط تھا جبکہ وہ خود اس کے اقرار کے مطابق فارسی زبان سے ناواقف تھا اس لیے اس کی صریح

[1] پرکھاس نے اس خط کے حاشیے کی عبارت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ "محاصل اور دیگر امورِ سلطنت کے متعلق کیپٹن ہاکنس کی تحریرات وحالات کا مطالعہ کیا جائے جو بہتر ذرائع معلومات اور منصفانہ نظر رکھتا تھا۔ ٹیری نے کوریٹ کے متعلق لکھا ہے کہ "ہر کسی کو عام طور پر معلوم" اور اس کی بہت تعریف کی ہے لیکن اس کے ساتھ امتیاز بھی باقی رکھا ہے۔ کوریٹ نے دسمبر ۱۶۱۷ء میں سورت کے قریب وفات پائی۔ دیکھو، تصنیف ٹیری، مختلف ایڈیشن، لندن ۱۷۷۷ء جو ۱۶۵۵ء میں سابقہ نسخہ سے مکرر شائع کیا گیا تھا، صفحات ۵۵ تا ۷۳۔

غلطیوں پر زور دینا غیر ضروری معلوم ہوتا ہے جس سے ہم اس کے بعد کے سرپرست سر تھامس رو کو نیک نیتی کے ساتھ مبرا کر سکتے ہیں۔[۱]

[۱] اس زمانے میں، ہندوستان کے ہمارے ہموطنوں میں سب سے زیادہ ذی فہم و مشاہدہ کنندہ شخص، ایڈورڈ ٹیری، سر تھامس رو کا خاندانی پادری تھا۔ لیکن، اس آکسفورڈ کے ایم۔اے کو دربار کے عہدہ داروں سے آزادانہ تعلقات قائم کرنے میں بڑی دشواریاں ہوئیں، اور غالباً اس لیے اس نے محاصل کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ اس کا مکمل جغرافیائی خلاصہ اس زمانے کی معلومات میں مقدم ترین اضافہ تھا جس پر ڈی لیٹ کی مفصل شرح مبنی تھی۔ ٹیری نے سکہ جات کے متعلق کچھ تحریر چھوڑی ہے جو عجیب ہے۔ "تمام سکہ یا سونے چاندی کی سلاخیں جو اس ملک میں آتی ہیں فوراً گلا کر صاف کر دی جاتی ہیں۔ اور پھر سکہ ڈھال کر اس پر شاہ مغلیہ کی مُہر کا ٹھپا ڈال دیا جاتا ہے جس میں شاہ کا نام اور خطابات فارسی رسم الخط میں ہوتے ہیں۔ یہ سکہ دوسرے سکوں کی بہ نسبت جن کا مجھے علم ہے، خالص ترین ہے کیونکہ یہ آمیزش کے بغیر خالص چاندی کا بنایا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ ہسپانوی ڈالریں بھی، جو یورپ کا خالص ترین سکہ ہے، نسبتہً کچھ نہ کچھ کھوٹ موجود ہے۔ مغلیہ سکہ روپیہ کہلاتا ہے.......... یہ حسابات کا عام سکہ ہے......
اس سے کم قیمت کے سکے جو روزمرہ کی خرید و فروخت میں مستعمل ہیں تانبے کے ہوتے ہیں اور پیسے کہلاتے ہیں۔ یہ دو یا تین پیسے ایک انگریزی پینی کی قیمت کے برابر ہوتے ہیں۔ یہ اس قدر وزنی بنائے جاتے ہیں کہ جب ان کا تانبا کسی دوسرے کام کے لیے استعمال ہوتا ہے تو اسی قدر چاندی کی مالیت کا ہوتا ہے جو ان کے لیے مقرر کی جاتی ہے۔ چاندی کا مغلیہ سکہ گول اور مربع دونوں طرح کا ہوتا ہے لیکن اس قدر موٹا ہوتا ہے کہ ٹوٹتا ہے نہ گھستا ہے۔ - ای۔ ٹیری (از سیاحت کر، باب ۹، صفحہ ۳۹۲)۔

شاہجہاں کے محاصل
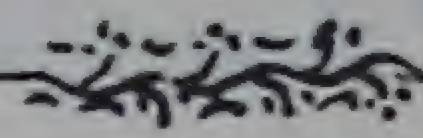
عبدالحمید، مصنف بادشاہ نامہ[1] نے، شاہجہاں کے محاصل کے تذکرے کی تمہید اس کی سلطنت کی حدود و وسعت کی تشریح سے کی ہے، جس کے متعلق اس کا اندازہ ہے کہ "طول میں لہاری بندر سے سلہٹ تک دو ہزار شاہی کوس تھی، ہر کوس میں پانچ ہزار ذراع ہوتے تھے اور ہر ذراع میں بیالیس انگل[2]۔ اور عرض میں بست کے قلعے سے اوسہ کے قلعہ (اڑیسہ) تک تقریباً "پندرہ سو کوس"۔ اس کی حدود میں ۲۲ صوبے، اور ۴۳۵۰ تحت کے پرگنے تھے: ان سب کے مجموعی محاصل ۸۸۰ کروڑ یا آٹھ ارب اسی کروڑ دام ہوتے تھے (۸,۸۰,۰۰,۰۰,۰۰۰ دام ÷ ۴۰ = ۲۲,۰۰,۰۰,۰۰۰ روپے ÷ ۱۰ = ۲,۲۰,۰۰,۰۰۰ پونڈ)۔

بائیس صوبوں اور ولایت بگلانہ کے محاصل کی آمدنی حسب ذیل دی ہوئی ہے:-

[1] بادشاہ نامہ میں، شاہجہاں کے دورِ حکومت کی تاریخ اس کی تخت نشینی سنہ ۱۰۳۷ھ (سنہ ۱۶۲۷ء) سے لے کر اس کی سلطنت کے تیسویں سال تک کی درج ہے۔ پہلی اور دوسری جلد عبدالحمید لاہوری کی لکھی ہوئی ہے جو ۱۶۵۴ء میں فوت ہوا۔ اس کے بعد محمد وارث نے یہ کام جاری رکھا۔ متن کی عبارت جو پہلی دو جلدوں پر مشتمل ہے، کلکتے کی ببلیوتھیکا انڈیکا میں طبع ہوئی ہے۔

[2] ملاحظہ ہو پٹھان سلاطین دہلی کی تاریخ، صفحات ۳۷۱ تا ۳۷۳۔ سکندری گز ۴۲ انگل کا تھا، اکبری ۴۶ اور الٰہی ۴۱ انگل کا تھا۔ شاہجہاں نامے میں ذراع کی بجائے گز درج ہے۔

	دام	روپے
۱ - دہلی	۱,۰۰,۰۰,۰۰,۰۰۰	۲۵,۰۰,۰۰۰
۲ - آگرہ	۹,۰۰,۰۰,۰۰۰	۲,۲۵,۰۰,۰۰۰
۳ - لاہور	۹۰,۰۰,۰۰,۰۰۰	۲,۲۵,۰۰,۰۰۰
۴ - اجمیر	۶۰,۰۰,۰۰,۰۰۰	۱,۵۰,۰۰,۰۰۰
۵ - دولت آباد	۵۵,۰۰,۰۰,۰۰۰	۱,۳۷,۵۰,۰۰۰
۶ - برار	۵۵,۰۰,۰۰,۰۰۰	۱,۳۷,۵۰,۰۰۰
۷ - احمد آباد	۵۳,۰۰,۰۰,۰۰۰	۱,۳۲,۵۰,۰۰۰
۸ - بنگال	۵۰,۰۰,۰۰,۰۰۰	۱,۲۵,۰۰,۰۰۰
۹ - الہ آباد	۴۰,۰۰,۰۰,۰۰۰	۱,۰۰,۰۰,۰۰۰
۱۰ - بہار	۴۰,۰۰,۰۰,۰۰۰	۱,۰۰,۰۰,۰۰۰
۱۱ - مالوہ	۴۰,۰۰,۰۰,۰۰۰	۱,۰۰,۰۰,۰۰۰
۱۲ - خاندیس	۴۰,۰۰,۰۰,۰۰۰	۱,۰۰,۰۰,۰۰۰
۱۳ - اودھ	۳۰,۰۰,۰۰,۰۰۰	۷۵,۰۰,۰۰۰
۱۴ - تلنگانہ	۳۰,۰۰,۰۰,۰۰۰	۷۵,۰۰,۰۰۰
۱۵ - ملتان	۲۸,۰۰,۰۰,۰۰۰	۷۰,۰۰,۰۰۰
۱۶ - اڑیسہ	۲۰,۰۰,۰۰,۰۰۰	۵۰,۰۰,۰۰۰
۱۷ - کابل	۱۶,۰۰,۰۰,۰۰۰	۴۰,۰۰,۰۰۰
۱۸ - کشمیر	۱۵,۰۰,۰۰,۰۰۰	۳۷,۵۰,۰۰۰
۱۹ - ٹھٹہ	۸,۰۰,۰۰,۰۰۰	۲۰,۰۰,۰۰۰
۲۰ - بلخ	۸,۰۰,۰۰,۰۰۰	۲۰,۰۰,۰۰۰
۲۱ - قندھار	۶,۰۰,۰۰,۰۰۰	۱۵,۰۰,۰۰۰
۲۲ - بدخشاں	۴,۰۰,۰۰,۰۰۰	۱۰,۰۰,۰۰۰
۲۳ - بگلانہ	۲,۰۰,۰۰,۰۰۰	۵,۰۰,۰۰۰
	۸,۸۰,۰۰,۰۰,۰۰۰	۲۲,۰۰,۰۰,۰۰۰

مختلف علاقوں کے محاصل کی تفصیل ختم کرنے کے بعد مصنف بیان کرتا ہے کہ شاہجہان کی تخت نشینی کے وقت سلطنت کی آمدنی صرف ۰۰، کروڑ دام (۵۰۰۰۰۰۰۰۰ء ۱۷ روپے) تھی لیکن اس جدید دور کے ابتدائی ۲۹ بیس سال میں خوش حالی ملک میں بہت ترقی ہوگئی تھی اور دکن کی فتوح سے، جن کی تفصیل بیان کردی گئی ہے اس اضافہ شدہ میزان مندرجہ کی توجیہ ہو جاتی ہے۔ صوبہ دولت آباد کا نام احمد نگر سے بدل دیے جانے کی نسبت چند امور کا ذکر کر کے مصنف کسی قدر بے ربطی کے ساتھ ایک تیسری فرد حساب پیش کرتا ہے، جو ۱۰۵۷ھ (۴۸-۱۶۴۷ء) کے متعلق سمجھی جا سکتی ہے کیونکہ موخر الذکر تاریخ کا ذکر بعد کے صفحے میں آیا ہے۔ گو خود مصنف نے ۱۰۶۵ھ (۵۵-۱۶۵۴ء) تک وفات نہیں پائی تھی، اور اس نے اپنی عمر کے اختتام تک اپنی تصنیف کی اصلاح مسلسل جاری رکھی ہوگی۔

عبارت[1] ضمیمہ جو ذیل میں نقل کی گئی ہے، اس مضمون کی ہے کہ

---

[1] از ہمگی ولایات سابق ولاحق صد و بیست کرور* دام خالصہ مقرری است کہ موافق دوازدہ ماہ سہ کرور* روپیہ حاصل آنست محصول باقی بریں قیاس باید نمود پیشتر ایں قدر خالصہ نبود دریں عہد ابد پیوند از وسعت مملکت قرار یافتہ۔

فارسی نسخہ، مطبوعہ کلکتہ جلد دوم صفحہ ۷۱۲۔

چونکہ مجھے اس عبارت کی سند پر شبہہ تھا کہ شاید یہ بعد کا اضافہ ہو اس لیے میں نے برطانوی عجائب خانے کے بادشاہ نامے کا قلمی نسخہ دیکھا (زاید نشان ۲۲۲ و ۲۶) جسے مذکورہ عبارت کے مطابق پایا۔ اور ایم۔ سجاد نے اپنی عنایت سے میری خاطر کتب خانۂ بوڈلین میں تصنیف زیر بحث کی جلد دوم کا واحد قلمی نسخہ (قلمی نسخہ، ایلیٹ، نشان ۳۶۸ تحریر کردہ ۱۱۰۹ھ مطابق ۱۶۹۷ء) دیکھا تو یہ پایا کہ اس میں، بلا اظہار سبب، ستارہ نما نشانات کے درمیان کی عبارت ترک کردی گئی ہے۔

عنایت خاں آشنا کے تقریباً ہمعصر شاہجہاں نامہ میں متعلقہ مقدار رقوم میں تبدیلی

قدیم و جدید صوبجات محصلہ کی آمدنی کا حساب لگایا جائے تو سلطنت کی ماہانہ آمدنی ۰۰۰،۰۰۰،۱۲ یا ۰۰۰،۰۰۰،۳ روپے سمجھی جاسکتی ہے، جس سے اقل شرح مبادلہ کے حساب سے ۰۰۰،۰۰۰،۳۶ روپے یا ۰۰۰،۰۰۰،۳۶ پونڈ سالانہ آمدنی ہوتی ہے[1]۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ اس مجموعی مقدار کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:۔ کے بغیر عبارت کے طرز میں خفیف سی تبدیلی کی گئی ہے۔

"وراز جملہ ایں صد و بیست کرور دام خالصہ مقرری است کہ موافق دوازدہ ماہی سہ کرور روپیہ حاصل دارد"

بحوالہ قلمی نسخہ شاہجہاں نامہ، برطانوی عجائب خانہ نشان ۳۵، د ۲۰ صفحہ ۳۰۰۔ "دہلی کے بادشاہ، کا خاص نسخہ، بابت ۱۸۱۵ء"

مسٹر مورکے نے رائل ایشاٹک سوسائٹی کے قلمی نسخوں کی فہرست میں جو خود اسی کی مرتب کردہ ہے بیان کیا ہے کہ "یہ کتاب عبدالحمید کے بادشاہ نامہ کے خلاصے کے سوا کچھ نہیں ہے"۔ بہرحال مصنف کا رتبہ دربار میں اچھا تھا اور اس اصل مواد میں، جس پر اس نے اپنی تاریخ کی بنیاد رکھی ہے وہ آسانی کے ساتھ کسی خرابی یا غلطی کی اصلاح یا تصحیح کرسکتا تھا۔ اس نے ۱۰۷۰ھ (۱۶۶۰ء) میں وفات پائی۔

خافی خاں جس نے اس عبارت کا حوالہ دیا ہے اور اسے وہ شاہجہاں نامہ کی عبارت بیان کرتا ہے (یہ نام بے پروائی کے ساتھ زیادہ فرق کئے بغیر بادشاہ نامہ کے لیے استعمال کیا گیا ہے) اس عبارت کی نقل نہیں کی ہے بلکہ مذکورۂ بالا فہرست حسب ذیل عنوان کے تحت درج کی ہے:۔

"جمع دامی بیست و یک صوبۂ ہندوستان لغایت سنہ بیست جلوس صاحب قران کہ باز کم و زیادہ شدہ باشد بدیں تفصیل" (بحوالۂ نسخہ کلکتہ صفحہ ۷۲۲)۔

خافی خاں کی کتاب کا دوسرا نام "منتخب اللباب" ہے۔ وہ اورنگ زیب کے دور میں مرتب ہوئی لیکن ۱۱۴۵ھ (۱۷۳۲ء) میں شائع ہوئی۔

[1] لفظ خالصہ سے عام طور پر "سلطنت کی اراضی" مراد لی جاتی ہے یا وسیع معنی میں اراضی کے ایسے محاصل جو راست خزانۂ سلطنت میں داخل ہوتے ہوں اور اس لگان یا محصول سے میز ہوں جو عارضی یا مستقل طور پر مقررہ مطالبات سرکاری کی تخفیف کے ساتھ دیگر اغراض کے لیے مقرر کردیے جاتے ہیں۔ بہرحال "خالصہ" ایک ایسا لفظ ہے جس کے سمجھنے میں ابتدائی یورپی

بیان کرنے کا مقصد یہ رہا ہو کہ اس میں تمام ذرایع کی آمدنی شامل ہوجائے لیکن سیاق عبارت سے ایسا نتیجہ[۱] لازمی طور پر نہیں نکلتا۔ غالباً یہ زیادہ مناسب ہوگا کہ اس عبارت کی تعبیر کو اس تیقن تک محدود کردیا جائے (۴۱) کہ بادشاہ کے پاس انتقال جائداد وحقیت وغیرہ کی منہائی کے بعد معمولی مصارف کے لیے اوسطاً ۰۰۰،۰۰۰،۳ روپے ماہانہ رہتے تھے۔ اس قسم کا نتیجہ اور بھی لازم ہوجاتا ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ مصنف نے خاص طور پر ''اوسط رقوم'' ہی درج کی ہیں، اور فرد محاصل میں قلیل مدات کو مسلّم طور پر اوسط اور جفت اعداد میں درج کیا ہے۔ اس طرح ہمیں تین فرد محاصل حاصل ہوتی ہیں (۱) جہانگیر کی وفات کے سال کی یعنی سنہ ۱۰۳۷ھ مطابق ۸-۱۶۲۷ء کی جس کی مقدار ۰۰۰،۵۰۰،۱۷ پونڈ ہے (۲) سنہ ۱۰۴۸ھ ۱۶۳۸ء کی جس کی مقدار ۰۰۰،۰۰۰،۲۲ پونڈ ہے اور (۳) سنہ ۱۰۵۸ھ ۴۸-۱۶۴۷ء یا اس کے کسی قدر بعد کی جس کی عام یا مخلوط میزان ۰۰۰،۰۰۰،۲۶ پونڈ ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ سیاحوں نے عام طور پر غلطی کی۔ اسی لیے ہم ان کا یہ بیان دیکھتے ہیں کہ ''تمام اراضی اس کی ہے'' (یعنی بادشاہ کی)۔ لیکن حقیقت میں اس کا استحقاق صرف سلطنت کے اس حصے کی حد تک ہوتا تھا جو صفحات ۵۰۵ پر بیان کیا گیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ بادشاہ خود اپنے یا ''خالصہ'' کے مطالبات مع اخراجات جمعبندی اور ہر قسم حقوق واختیارات جو مقامی حکومت سے متعلق ہوں، منتقل کرسکتا تھا، لیکن یہ تمام رعائتیں قلم کی ایک جنبش سے پھر مسترد کی جاسکتی تھیں۔ جاگیرات کے خواہ مختلف نام رکھے گئے ہوں، لیکن ان سب کا انحصار بالکلیہ شاہ کی خوشنودی پر تھا۔ مقامی مفہوم کے لحاظ سے لفظ خالصہ کے معنی میں اکثر ترمیم ہوتی رہتی تھی حتیٰ کہ پنجاب میں آخر کار اس کا مفہوم خود سلطنت قرار پایا۔

[۱] یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جہاں کہیں بھی فی روپیہ چالیس دام کی شرح سے حساب لگایا گیا ہے اس سے بطور خود اس لزوم کا مفہوم پیدا ہوتا ہے کہ خالص ترین چاندی کے مروجہ سکے کی پوری قیمت کو تسلیم کیا گیا (ملاحظہ ہو ''پٹھان سلاطین دہلی کی تاریخ'' صفحہ ۴۲۱)۔ یہاں تک کہ اس کی اضافی مقدار کا اندازہ انگریزی سکے میں بحساب ۲ شلنگ چھ پنس بھی کیا جائے تو اس کی مقدار ۰۰۰،۰۰۰،۳۶

شاہجہاں کے دور کے محاصل کا ایک ضمنی تذکرہ "ریمونریو" میں ملتا ہے جس میں اورنگ زیب کی ۱۶۹۷ء کی صوبجاتی آمدنی کی تفصیل ہیں (جو کتاب ہذا کے صفحہ ۹۴ پر درج ہے) تمہیداً یہ بیان کیا گیا ہے کہ "اس کے باپ کے زمانے میں سلطنت ۲۳ صوبوں پر مشتمل تھی، جس کی سالانہ آمدنی ہمارے سکے میں ۲۷۰۵۰۰۰۰ پونڈ کے برابر تھی۔ لیکن اس کے باپ کے دور کے اواخر میں بلخ، قندھار اور بدخشاں کے صوبجات جن سے ۶۰۰۰۰ پونڈ سالانہ محاصل وصول ہوتے تھے، کم ہو گئے" (ہیرس، باب ا، صفحہ ۹۵۱) جب ہم اورنگ زیب کے محاصل بابت ۱۷۰۷ء کی کامل تفصیلات کا جس طرح کہ وہ اس سند میں درج ہیں، تجزیہ کریں گے تو یہ بات واضح ہوگی کہ ۲۷۰۵۰۰۰۰ پونڈ کی میزان جو یہاں درج ہے ایک روپے کو دو شلنگ چھ پنس کے برابر قرار دیکر حاصل کی گئی ہے۔ اس سے پھر ہم اسی رقم یعنی ۲۲۰۰۰۰۰۰ روپے یا بہ شرح دو شلنگ فی روپیہ ۲۲۰۰۰۰۰ پونڈ کی رقم پر آپہنچتے ہیں جو بارہا اس دور سے منسوب کی گئی ہے۔

درباری منشیوں کے نیم سرکاری واقعات اور دربار مغلیہ کے مقدم ترین رسوخ یافتہ انگریزوں کے اتفاقی اظہارات کا مطالعہ کرنے کے بعد اب ہمیں یورپ کی دوسری اقوام کے نمائندوں کی شہادت کا جائزہ لینا ہے، جنھیں شاہجہاں اور اورنگ زیب کے زمانے میں ہندوستان کے مالیے کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے کم و بیش کامل مواقع حاصل تھے۔

ان سب میں پہلے جے۔ اے۔ ڈی۔ مینڈل سلو کا نام آتا ہے جس نے سلطنت مغلیہ کے ۱۶۳۸ء کے محاصل کے متعلق ضمنی طور پر ان الفاظ میں حوالہ دیا ہے جن کا ترجمہ ذیل میں دیا جاتا ہے:۔

"سلطنت کی فرد حساب کے لحاظ سے صوبجات قندھار، دہلی، بنگال، اڑیسہ اور چند دیگر صوبجات سے ۰۰۰،۵۰،۲۵،۷،۸ کراؤن سالانہ محاصل جمع ہوتے ہیں"۔ (مجموعۂ ہیرس، باب ۱، صفحہ ۷۶۲)۔

یہ عبارت اتنی واضح نہیں ہے کہ اس پر گہری تنقید کی جائے لیکن اگر ہم یہ فرض کر سکتے ہیں کہ مینڈل سلو کے اندازے سے جو "کراؤن"[ل] میں کیا گیا ہے روپیوں کی اتنی ہی مقدار مراد تھی جتنی کہ عبارت سے ظاہر ہوتی ہے، اور اگر اس کی مزید تصیح ایک صفر بڑھا کر کی جائے تو ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ملک پہلے ہی سے خوش حالی کے اس معراج کے قریب پہنچ چکا تھا جس کا دعویٰ بعد کے مصنفین نے ۱۶۹۵ء میں زیادہ توضیح کے ساتھ کیا۔ ۳۲

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:۔ روپے یا ۰۰۰،۵۰،۴ پونڈ ہوگی۔

ل اس نے اکبر کے خزانے کا اندازہ "کراؤن اور رینی" میں کیا ہے اور "کراؤن" کو ۶۰ پیسوں کے برابر بتایا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس کی "کراؤن" کی اصطلاح محض مروجہ روپے سے متعلق تھی، اور یہ ایک ایسا نتیجہ ہے جو اس بیان سے بھی ثابت ہوتا ہے، جو خود اس نے خزانے کی نقدی کے متعلق ۳۳۳،۷۳،۹۱،۱۹ بیان کی ہے اور یہ بظاہر اسی رقم کا حوالہ ہے جو ڈی لیئٹ نے ۶۶۶،۹۴،۸۳،۱۹ روپے بیان کی ہے (ہیرس، باب ۱، صفحہ ۷۶۲)۔

اورنگ زیب کے محاصل

سلسلۂ سنین کے لحاظ سے ہم اس کے بعد اس زمانے کے شاہی محاصل کے متعلق زیادہ باقاعدہ سرکاری اسناد پیش کر سکتے ہیں۔ یہ ان تختہ جات بندوبست پر مشتمل ہیں جو سابقہ بیان کردہ دستور العمل میں شامل ہیں اور جو اس صورت میں، اورنگ زیب کی سلطنت کے کسی ایک خاص سال سے متعلق معلوم ہوتے ہیں۔ جہاں تک تحقیق ہو سکی ہے برطانوی عجائب خانہ کے دو قلمی نسخے (زائد نشانات ۶۵۹۸، ۶۵۹۹) سرکاری اسناد ہیں اور اس دستور العمل کی نقول ہیں جو اورنگ زیب کی سلطنت کے تیسرے سال کا معلوم ہوتا ہے جس کا مزید تعین ۱۰۶۵ھ (یا ۱۶۵۴-۵۵ء) سے کیا گیا ہے[1]۔ یہ اسناد حالیہ نقول[2] ہیں لیکن ان میں سے ایک خود ہمارے ملازمین صیغۂ مال

---

[1] اس قلمی نسخے کی ابتدا یوں ہوئی ہے:۔
"دستور العمل محلی حسب الحکم حضور اقدس اعلیٰ حضرت اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ غازی در سنہ ۳ جلوس ویک ہزار و شصت و پنج ہجری از ہر صیغہ انتخاب نمودہ۔"

[2] نسخہ نشان ۶۵۹۸ کے حصص میں سے ایک حصے کے ختم پر یہ اندراج ہے، "دہلی ۲۸ شوال ۲۳ سنہ شاہ عالم" یعنی ۱۷۸۱ء۔ اس نسخے کے حصۂ مابعد میں ایک دوسرے نقل نویس کے قلم کی فرد آمدنی ہے۔ (صفحہ ۱۳۰) جس میں صدر میزان، ۲۳ صوبوں کے لیے ۸ ۳ ۳ ۲۴۶ ۲۹ ۳ ۶۳ ۶ دام دی ہوئی ہے۔ یہ بظاہر آئین اکبری کے قدیم بندوبست کی ایک اور روایت ہے جو اس سے پہلے ہی ایک علاحدہ (غیر پابند) ("پٹھان سلاطین دہلی کی تاریخ" صفحہ ۴۴۴) نسخے سے میری تصحیح اعداد ابو الفضل

کے استعمال کے لیے نقل اور اختیار کی گئی تھی، کیونکہ اس پر دیوانی بنگال و بہار کی بیضوی شکل کی مہر کے ساتھ "جیمس گرانٹ" کا نام بھی ہے اور فصلی تاریخ ۱۱۹۳ بنگالی (مطابق ۱۷۸۶ئہ[۱]) بتائی گئی ہے۔ ان دونوں نسخوں میں دیگر مختلف اندراجات کے درمیان اورنگ زیب کے "۲۰ صوبوں اور ۲ سلطنتوں" کی آمدنی کے اندراجات ایک ہی سے درج ہیں اور وہ اس امر پر متفق ہیں کہ وصول شدنی رقم ۴۶۰۸۰۵۰۴۰۲۴۰۲۲۰۹ دام (یا ۶۴۰۱۱ وہ ۲۴.۰۷ روپے = ۱۱۱۰۵۶۰۲۴۲ پونڈ ہوتی تھی۔ اس کتاب کی تفصیلات میں مختلف صوبجات کے متعلق جو صدر میزانیں درج ہیں، وہ اس رقم سے ۵۶۰۸۰۶۰۷۰۳ پونڈ کی حد تک زیادہ ہوجاتی ہیں، اور ناواقف شخص کے دل میں ان دونوں اندراجات کی صحت کے متعلق شبہہ پیدا کرسکتی ہیں حالانکہ دراصل یہ اختلاف ہی ان اضافی میزانوں کی اور متفقہ رقوم کی زائد میزان کی صحت کی قطعی تصدیق کا بہترین معیار ہے۔ مختصر یہ کہ ایک رقم سے صوبجات کی مجموعی آمدنی ظاہر ہوتی ہے اور دوسری سے شاہی خزانے

۴۴

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:۔ کی توثیق میں نقل کی گئی ہے۔ اس تفصیلی فرد کے چھوٹے ابواب، عبدالحمید کے اعداد کے اور ان اعداد کے درمیانی ہیں جو اب حکومت اورنگ زیب کے تیسرے سال سے لیے گئے ہیں۔ دکن کے چھ صوبوں کو علٰحدہ رکھا گیا ہے۔ اور ان کی آمدنی ۰۴۰۱۲۲۰۲۲۰۰۰۰۶ دام بتائی گئی ہے

[۱] مُہر کی پوری عبارت حسب ذیل ہے:۔

"بدار المہام سپہ سالار انگریزیہ کمپنی دیوان صوبجات بنگالہ و بہار وغیرہ صدر سررشتہ دار و ملاحظۂ دفاتر از صدارت جمس گرانٹ ۱۱۹۳ئہ بنگلہ"۔

مشرق میں، ہمارے ابتدائی زمانے کے بہترین عہدہ داران نظم و نسق میں سے ایک مسٹر جیمس گرانٹ تھے جنھوں نے نہایت جانفشانی کے ساتھ ہمارے پیش روؤں کے مالی انتظامات کی تفصیلات کی تحقیقات کی تھی اور جن کے کام کی قدر کا اندازہ حکومت وقت بالکل نہ کرسکی تھی۔ مسٹر گرانٹ کی جامع تفصیل محاصل، معاملات ہند کی رُوداد پنجم میں درج ہے جو دارالعوام میں پیش کی گئی تھی (۱۸۱۲ئہ)۔

کی خالص آمدنی۔ ان میں فرق دس فی صد کا پڑتا ہے جو عامل یا کروری کو مالگزاری وصول کرنے کے لیے دیا جاتا تھا۔[1]

اورنگ زیب کے محاصل بابت سنہ ۱۶۵۴ء

۴۵

	دام	روپے
۱ - دہلی	۱،۵۵،۸۸،۳۹،۱۲۷	۳،۸۹،۷۰،۹۷۸
۲ - آگرہ	۱،۳۶،۴۶،۰۲،۱۱۷	۳،۴۱،۱۵،۰۵۲
۳ - لاہور	۱،۰۸،۹۷،۵۹،۷۷۶	۲،۷۲،۴۳،۹۹۴
۴ - اجمیر	۶۴،۸۷،۶۱،۶۸۵	۱،۶۲،۱۹،۰۴۲
۵ - دولت آباد	۵۰،۷۱،۶۰،۰۰۰	۱،۲۶،۷۹،۰۰۰
۶ - برار	۵۹،۰۶،۰۰،۰۰۰	۱،۴۷،۶۵،۰۰۰
۷ - احمد آباد	۸۶،۹۲،۸۸،۰۶۹	۳،۱۷،۳،۲۰۱
۸ - بنگال	۴۵،۷۸،۵۸،۰۰۰	۱،۱۴،۴۶،۴۵۰
۹ - الہ آباد	۵۲،۷۸،۸۱،۱۹۶	۱،۳۱،۹۷،۰۲۹
۱۰ - بہار	۵۴،۵۳،۰۰،۹۳۵	۱،۳۶،۳۲،۵۲۳
۱۱ - مالوہ	۵۵،۷۳،۱۷،۳۲۰	۱،۳۹،۳۲،۹۳۳
۱۲ - خاندیس	۴۹،۶۹،۳۰،۰۰۰	۱،۲۴،۲۳،۲۵۰

[1] اکبر کے کروری یا ایک کرور دام کے جمع کرنے والے علاوہ دیگر ضروریات کے اپنی جمع کردہ رقم پر ۸ فی صد پاتے تھے۔ سنہ ۱۶۳۹ء میں شاہجہاں کے تحت کروری یا عامل کے تفویض فوجداری کے فرائض بھی کیے گئے۔ ان فرائض کے متعلق وصول شدہ رقم پر دس فی صد معاوضہ دیا جاتا تھا۔ ان رقوم کی تفصیل میں بعد کو ترمیم ہوئی ہے۔ سعد اللہ خاں کے تحت کروری کو صرف پانچ فی صد دیا جاتا تھا، اور اس میں سے بھی بعد کو ایک فی صد کم کر دیا گیا۔ یہ طریقہ اورنگ زیب کے دور میں قائم اور سلطنت کے اختتام تک باقی رہا۔ ایلیٹ کی فرہنگ، باب ۱، صفحہ ۱۹۸۔

		دام	روپے
۱۳ -	اودھ	۳۶،۳۹،۸۲،۸۵۹	۹۰،۹۹،۵۷۱
۱۴ -	تلنگانہ	۱۹،۴۶،۰۸،۰۰۰	۴۸،۶۵،۲۰۰
۱۵ -	ملتان	۳۳،۸۴،۲۱،۱۷۸	۸۴،۶۰،۵۲۹
۱۶ -	اوڑلیسہ	۲۲،۵۵،۸۰،۰۰۰	۵۶،۳۹،۵۰۰
۱۷ -	کابل	۹،۷۰،۷۸،۰۰۰	۲۴،۲۶،۹۵۰
۱۸ -	کشمیر	۱۱،۴۳،۹۰،۰۰۰	۲۸،۵۹،۷۵۰
۱۹ -	ٹھٹھہ	۸،۹۲،۳۰،۰۰۰	۲۲،۳۰،۷۵۰
۲۰ -	قندھار	۶،۰۰،۰۰،۰۰۰	۱۵،۰۰،۰۰۰

۱۰،۶۹،۷۵،۸۸،۲۶۲ دام ÷ ۴۰ =

۲۶،۷۴،۳۹،۷۰۶ روپے ۲۶،۷۴،۳۹،۷۰۲

مجموعی آمدنی : ۲،۶۷،۴۳،۹۷۰ پونڈ خالص آمدنی : ۲،۴۰،۵۶،۱۱۴ پونڈ

ایک شاہد جس پر بہت ہی زیادہ اعتماد کیا جاتا اگر وہ خود اپنے پیش کردہ اعداد پر زیادہ اعتماد ظاہر کرتا، مشہور سیاح برنیر تھا جس نے اپنے اصل بیان میں سلطنت کے محاصل کے ساتھ اس قدر تغافل برتا کہ اپنی پہلی اشاعت میں قطعاً اس کا حوالہ ہی نہیں دیا اور صرف حسب ذیل تختے کو بطور ضمیمہ اپنی کتاب کی دوسری اشاعت میں درج کر دیا۔ علانیہ وجوہ کی بنا پر اس نے اس تختے کے متعلق معذرت کی ہے اور مجموعی میزان کے بارے میں جس کو اس نے بہت ہی زیادہ خیال کیا اپنی بے اطمینانی ظاہر کی ہے۔ میں اعتراف کرتا ہوں کہ میں اس سند کو اس سے زیادہ وقعت دیتا ہوں جتنی کہ خود مصنف نے اس کو دی تھی۔ اور بجائے اس کے کہ مجموعی میزان میں کوئی زیادتی متصور ہو، میں اس سے کمی منسوب کرنے کی طرف مائل ہوں خصوصاً اس لیے کہ بنگال کی آمدنی اس میں کلیتہً ترک کر دی گئی ہے، اور کشمیر کے متعلق جو رقم بتائی گئی ہے اس میں صریحاً ایک صفر چھوٹ گیا ہے۔

۳۶

برنیر اس ماخذ کا کوئی ذکر نہیں کرتا جس سے اس نے اپنا مواد حاصل کیا ہے اور نہ اس کے متعلق اس نے ٹھیک سنہ کا حوالہ دیا ہے[1] لیکن وہ کسی حد تک مستند معلوم ہوتا ہے۔ اور نقائص کو ملحوظ رکھتے ہوئے وہ ماسبق اور مابعد کی آمدنیوں کے اعداد کے مطابق ہو جاتا ہے۔

میں نے ان اعداد کو اسی طرح رہنے دیا ہے جس طرح کہ وہ فرانسیسی نسخے میں تھے، لیکن مجوزہ اضافوں سے جو کشمیر کے اعداد کے فرق اور ۲،۰۰،۰۰،۰۰۰ یا ۲،۵۰،۰۰،۰۰۰ محاصل بنگال کی کم سے کم مقدار پر مشتمل ہیں[2]، میزان میں ۱،۳۱،۵۰،۰۰۰ روپیوں کی زیادتی ہو جاتی ہے۔ موخر الذکر مد کو غالباً برنیر نے عمداً نظر انداز کیا تھا کیونکہ اس نے اس صوبے کی عارضی مخالفت اور خود اختیاری کا ذکر کیا ہے جو سلطان شجاع کے تحت ہوئی تھی۔

۴۷　یادداشت سے جو سہواً میری سابقہ تالیف میں شامل نہ ہو سکی ہندوستان کا چارٹ مکمل ہوتا اور مغل اعظم کی آمدنی معلوم ہو سکتی[3]۔

روپے

۱ - دہلی .... ۱،۲۵،۹۵،۰۰۰

---

[1] اس کا دہلی اور آگرے کا بیان بمقام دہلی، جولائی ۱۶۶۳ء میں لکھا گیا تھا۔ باقی حصے اسی سال کشمیر میں لکھے گئے تھے۔ ۱۶۶۷ء میں برنیر گولکنڈہ میں تھا (صفحہ ۱۳۱) اور واپسی وطن کے وقت اس نے شیراز سے جو خط لکھا ہے اس کی تاریخ ۱۶۶۷ء ہے (صفحہ ۱۷۳)۔

[2] عجیب بات ہے کہ برنیر نے منجملہ اور غلطیوں کے اپنے آخری خلاصے میں ۲۲۔کرور روپیوں میں سے ۲۰ کو ترک کر دیا ہے اور مجموعی میزان صرف "دو" کروڑ بتائی ہے۔ اس خصوص میں اس کے انگریزی نسخے کے مرتب نے (لندن ۱۶۷۲ء) اس کی پوری نقل نویسی کی ہے اور اس نے بھی حسب بالا "دو کرور روپے" میزان لکھی ہے (باب ۴، صفحہ ۱۸۰) اور یہ غلطی پنکرٹن کے مجموعے کے باب ۸ صفحہ ۲۳۴ پر اسی طرح رہ گئی ہے۔

[3] سیاحت۔ برنیر، امسٹرڈم، بابت ۱۷۲۳ء جلد دوم صفحہ ۱۳۵۴ انگریزی نسخہ بھی ملاحظہ ہو باب ۴ صفحہ ۱۷۵۔

نمبر	صوبہ	روپے
۲	آگرہ	۲ر۵۲ر۲۵ر۰۰۰
۳	لاہور	۲ر۴۶ر۹۵ر۰۰۰
۴	ہسمیر[1] (اجمیر)	۲ر۱۹ر۷۰ر۰۰۰
۵	گجرات (احمد آباد)	۱ر۳۳ر۹۵ر۰۰۰
۶	قندھار[2]	۱۹ر۹۲ر۵۰۰
۷	مالوہ	۹۱ر۶۲ر۵۰۰
۸	پٹنہ یا بہار	۹۵ر۸۰ر۰۰۰
۹	الہ آباد	۹۴ر۷۰ر۰۰۰
۱۰	اودھ[3]	۶۸ر۳۰ر۰۰۰
۱۱	ملتان	۱ر۱۸ر۴۰ر۵۰۰
۱۲	جگناتھ	۷۲ر۷۰ر۰۰۰
۱۳	کشمیر	۳ر۵۰ر۰۰۰
۱۴	کابل	۳۲ر۷۲ر۵۰۰
۱۵	ٹھٹھہ	۲۳ر۲۰ر۰۰۰
۱۶	اورنگ آباد	۱ر۷۲ر۲۷ر۵۰۰
۱۷	"وارودھا" (برار)	۱ر۵۸ر۷۵ر۰۰۰
۱۸	خاندیس	۱ر۸۵ر۵۰ر۰۰۰
۱۹	تلنگانہ[4]	۶۸ر۸۵ر۰۰۰

[1] جو کسی ایسے راجہ کا حق ہوتا ہے جو بادشاہ کو خراج دیتا ہے، وغیرہ

[2] زیادہ تر ایران کے تحت تھا۔ جو پرگنے ہندوستان کے تحت تھے وہ حسب اندراج بالا ادا کرتے تھے

[3] سیاحت پنکرٹن، باب ۸ صفحہ ۶۱ - انگریزی نسخے میں اودھ کی آمدنی ۰۰۰ر۳۰ر۴۲ر۶ دی ہوئی ہے

[4] تلنگان جو مسلی پٹم (مچھلی پٹم!) کی جانب سلطنت گولکنڈہ کی سرحد پر ہے اس میں تینتالیس پرگنے ہیں۔

	روپے
۲۰ - بگلانہ[1]	۵۰۰،۰۰۰

۲۲،۵۹،۳۵،۵۰۰ روپے
یا ۲۲،۵۹۳،۵۵۰ پونڈ

۴۸ "اس یادداشت کے مطابق، جسے میں نہ تو قابل اعتماد سمجھتا ہوں نہ بہت صحیح، مغل اعظم کو اپنی اراضی ہی سے ہر سال دو کروڑ روپے سے زیادہ کا لگان وصول ہوتا تھا۔"

ڈاکٹر گیمیلی کیریرائی[2] کا مندرجہ ذیل بیان جو ۱۶۹۵ء سے متعلق ہے اس لحاظ سے بہت دلچسپ ہے کہ اس میں اورنگ زیب کے محاصل کی جو مجموعی میزان (۸۰،۰۰۰،۰۰۰ پونڈ) دی گئی ہے وہ منوچی کی آزاد شہادت کے بہت قریب جا پہنچتی ہے۔ "مغل اعظم کے محاصل اور دولت کا یہ حال ہے کہ اس کے خزانے میں روپیوں کی لامحدود مقدار مسلسل جمع ہوتی رہتی ہے کیونکہ معمولی محاصل اور مزید رقوم عائد شدہ ادا کرنے کے علاوہ رعایا کو زمین کے لیے بھی روپیہ اس لیے ادا کرنا پڑتا ہے کہ یہ ساری زمین اس کی ہے...... مجھ سے کہا گیا کہ مغل موصوف کو صرف اس کے موروثی ممالک سے ۸۰ کروڑ روپے سالانہ (ہر کروڑ سو لاکھ کا ہوتا ہے) ملتے ہیں۔ وہ مجھے مفتوحہ ممالک کی

[1] بگلانہ جو برنگالی اراضی اور سیواجی کی پہاڑیوں کی سرحد پر ہے۔ اس راجہ نے سورت کو لوٹ لیا تھا۔ اس میں دو سرکار اور آٹھ پرگنے ہیں۔
مرہٹوں کی آیندہ حکومت کا مرکز "بھاگلانہ" (بگلانہ) جو شمالی خط ارض بلد کے ۲۰ اور ۲۱ درجوں کے درمیان واقع ہے۔ (از ہملٹن، رینل وغیرہ)۔

[2] گیمیلی کیریرائی (جین فرنکائے) مشہور اطالوی سیاح متوطن نیپلس۔ پیدائش ۱۶۵۱ء وفات ۱۷۲۵ء از "گیرو ڈل ماندو"، نیپلس ۱۶۹۹ء تا ۱۷۰۰ء۔ ۶ جلدیں ۱۲ میں۔ فرانسیسی میں "وایج اوتور دو ماند" پیرس ۱۷۱۹ء، جدید اشاعت ۱۷۷۶ء۔

آمدنی کی معین مقدار نہ بتا سکے۔ ایک مصنف جو اس معاملے سے اچھی طرح واقف تھا اس بادشاہ کے محاصل کو گھٹا کر ۳ کروڑ ۳ لاکھ بیان کرتا ہے (تھیونو Thevenot کی سیاحت ہند باب ۳ صفحہ ۱۲[۱])۔ ایک دوسرا مصنف اس کے برخلاف

[۱] مندرجۂ ذیل رُوداد آمدنی بابت سنہ ۱۶۶۶ء تھیونو کی دی ہوئی ہے:-

		فرانسیسی سکہ		
۱	دہلی	۳۷,۰۰۰,۰۰۰	تا	۳۸,۰۰۰,۰۰۰
۲	آگرہ	۳۷,۰۰۰,۰۰۰		
۳	لاہور	۳۷,۰۰۰,۰۰۰		
۴	اجمیر	۳۲,۰۰۰,۰۰۰	تا	۳۳,۰۰۰,۰۰۰
۵	دولت آباد (اورنگ آباد)	۲۵,۰۰۰,۰۰۰		
۶	برار (ایلکارہ)	۱۴,۰۰۰,۰۰۰		
۷	احمد آباد	۲۰,۵۰۰,۰۰۰		
۸	بنگال (بشمول ۱۶) یعنی (اُڑیسہ)	۱۰,۰۰۰,۰۰۰	یا	۹,۰۰۰,۰۰۰
۹	الہ آباد	۱۴,۰۰۰,۰۰۰		
۱۰	بہار (ورد)	۲۷,۰۰۰,۰۰۰		
۱۱	مالوہ	۱۴,۰۰۰,۰۰۰		
۱۲	خاندیس	۲۶,۰۰۰,۰۰۰		
۱۳	اودھ	۱۰,۰۰۰,۰۰۰		
۱۴	تلنگانہ	۱۰,۰۰۰,۰۰۰		
۱۵	ملتان	۱۷,۵۰۰,۰۰۰		
۱۶	اُڑیسہ (بنگال)			
۱۷	کابل	۴,۰۰۰,۰۰۰	"	۵,۰۰۰,۰۰۰
۱۸	کشمیر	۵,۰۰۰,۰۰۰	"	۶,۰۰۰,۰۰۰
۱۹	ٹھٹھہ (سندھ)	۳,۴۰۰,۰۰۰		

اسے لامحدود بتاتا ہے۔ اور صرف وہی رقم مبالغہ آمیز معلوم ہوتی ہے، جس کے
متعلق اس کا بیان ہے کہ وہ خزانے میں موجود تھی۔ (عظیم الشان مغل سلطنت
یا اصلی ہندوستان صفحہ ۲۴۲ الف)۔ لیکن جو اشخاص اس کے مصارف سے
اس کا اندازہ لگانا چاہتے ہیں انھیں یہ امر ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ مغل بادشاہ
نے اپنی سلطنت میں ۳۰۰،۰۰۰ سوار اور ۴۰۰،۰۰۰ سپاہی پھیلا رکھے تھے
جن کی تنخواہیں بہت زیادہ تھیں۔ (سیاحت اطراف دنیا: "اے
وائج راؤنڈ دی ورلڈ" مصنفۂ ڈاکٹر جے۔ ایف۔ گیمیلی کیریرائی چرچل
کا مجموعہ۔ باب ۴۔ صفحہ ۳۳۵)۔

چونکہ اورنگ زیب کے محاصل کی مقدار جو منوچی نے لکھی ہے،
اس کثیر ترین مقدارِ محصول کو ظاہر کرتی ہے جو سلاطین مغلیہ کے تحت وصول
ہوتی تھی، لہذا اس کی تفصیلات کی تمہید ایسی اسناد کے ذریعے کرنا باعثِ اطمینان

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:-

۲۰ - بلخ — — — — — —

۲۱ - قندھار — — — — ۱۴،۰۰۰،۰۰۰ تا ۱۵،۰۰۰،۰۰۰

۲۲ - بدخشاں — — — —

۲۳ - بگلانہ* — — — — ۷۵۰،۰۰۰

---

۲۰ صوبجات کی جملہ میزان = ۳۵۴،۶۵۰،۰۰۰ + ۳،۱۰۰،۰۰۰

= ۳۵۷،۷۵۰،۰۰۰

* پایۂ تخت، بحوالۂ "مولر" صفحہ ۴۰

سلہ میں اس تنقید سے متفق نہیں ہو سکتا۔ خود ڈی، لیٹ کے اعداد لیے جائیں تو اکبر کی [illegible]
۰۰، پونڈ کی مالگزاری میں سے ۱۹،۴۳۴،۶۶۲ پونڈ یا نصف سال کی آمدنی کے آدھے حصے
سے کچھ زیادہ اس کے خزانے میں باقی رہا بشرطیکہ ہم تمام ذرائع آمدنی کو شامل کرلیں۔ ملاحظہ ہوں ہاکنس کے
اعدادِ آمدنی صفحہ ۲۴، پینڈل سلو کے اعداد، صفحہ ۱۳۲ اور مجموعۂ ہیرس باب ۱، صفحہ ۷۶۲۔

ہوگا جن سے سلطنت کی اُس آمدنی کے تخمینی ابواب ظاہر ہوں جو غیر سرکاری مقامی وسائل سے حاصل ہوتی تھی۔ مشمولۂ ذیل تختہ جات کا مواد ان سرکاری اعداد و شمار سے ماخوذ ہے جو عہدہ داران مالگزاری کے کتابچوں میں درج تھے جن کو معمولاً "دستور العمل" کہا جاتا تھا۔ ان مستند کتابوں کی مدد سے جو اب تک باقی ہیں، میں کم از کم تین کا ذکر کر سکتا ہوں جو اورنگ زیب کے دور سے متعلق ہیں[1]۔ جو اعداد ان میں درج ہیں وہ اگرچہ تفصیلات میں غیر مکمل ہیں، تاہم میزانوں میں مُعین اور واضح ہیں اور ان میں صریحاً اصلی سرکاری کاغذات کا حوالہ دیا گیا ہے۔ بدقسمتی سے جو نسخے دستیاب ہوتے ہیں وہ سب کے سب جدید نقول ہیں جن سے نقل نویسوں کی جہالت

[1] نسخۂ قلمی (الف) وہ ہے جس کا حوالہ اس کتاب کے صفحہ (۱۴) پر دیا گیا ہے۔ بہت سی عبارتوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس نسخے کی ترتیب کے وقت اورنگ زیب کی حکومت تھی۔

نسخۂ قلمی (ب) اُس نسخے کی نقل ہے جو سر۔ ایچ۔ الیٹ کے لیے ۱۸۵۰ء میں تیار ہوا تھا، اور بنگال کی ایشیاٹک سوسائٹی کے کتب خانے میں ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ شاہانِ دہلی کی تاریخ ہے۔ لیکن دیگر امور کے ساتھ اس میں شاہجہاں کے محاصل کا نہایت غیر مکمل ذکر ہے، جس کے اکثر مدات عبدالحمید لاہوری کے دیے ہوئے اعداد کے مطابق ہیں۔ لیکن نقل نویس کی جہالت کی وجہ سے اصل کے دام روپیوں کی اسی قدر تعداد سے بدل دیے گئے ہیں یا اصل کی چالیس گنی رقم درج ہو گئی ہے۔ اورنگ زیب کی آمدنی کے اعداد بعد کو درج ہوئے ہیں لیکن "صوبہ جات سلطنت مقبوضہ" کے معمولی عنوان کے سوا اس کے ساتھ کوئی تمہید نہیں ہے۔

نسخۂ قلمی (ج) ایک جزوی تحریر ہے جو سر الیٹ ہی کے لیے لکھی گئی تھی، اس میں ۲۱ صوبوں اور ۵۰۴ سرکاروں کی کامل آمدنی درج ہے۔ موخر الذکر کے محاصل کا ذکر تفصیل کے ساتھ آئینِ اکبری کے نہج پر دیا ہوا ہے۔

رقمی ہندسے، جن میں تمام ہندوستانی مالگزاری کے حسابات لکھے جاتے ہیں بری طرح ترتیب دئے گئے ہیں اور بعض اوقات ان میں تمیز کرنا مشکل ہوتا ہے۔ اسی لیے مصنف یا نقل نویس نے اعدادِ مندرجہ کی مطابقت کی تکلیف گوارا نہیں کی ہے۔

اور بے پروائی کے نمایاں آثار ظاہر ہیں جو انھوں نے ان کی تنقیح یا ذیلی مدوں اور میزانوں میں مطابقت پیدا کرنے میں برتی ہے۔ ان نقائص کے باوجود وہ ہماری موجودہ غرض یعنی منوچی کے ذرائع معلومات کی تنقیح کے لیے بالکل کافی ہیں۔ اور یہاں میں یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ میں سرکاری ملازمین کے باقاعدہ کاغذات کے مقابلے میں خارجی شہادت کو کیوں قابل ترجیح سمجھتا ہوں۔ سابق الذکر کاغذات میں عموماً ایک مقررہ جمع یا چند معین سالوں کے بند و بست کا حوالہ، اصل جمع کے تغیرات، علاقہ جات کی ملکی یا مفتوحات کی وسعت کا صریح ذکر کئے بغیر دیا گیا ہے۔ اگر ان کا ذکر ہے بھی تو ان کو محض اس صوبے یا مقام سے بدل دیا گیا ہے جس میں وہ رائج تھے۔ برخلاف اس کے مرکزی مقام پر رہنے والے قابل شخص کے لیے یہ زیادہ آسان تھا کہ سلطنت کے مختلف حصص کے محاصل کی وصولیابی کے بعد جس کی کیفیت مرتب ہو گئی ہو سنہ جاریہ کی واقعی آمدنی کا ٹھیک اندازہ کر سکے۔ ۴۱

ان تین قلمی نسخوں میں سے جن سے ملحقہ تختے لیے گیے ہیں صرف دو میں سلطنت کی صدر میزان درج ہے اور یہ اعداد جب مدات مندرجہ کو سادہ طریقے سے جمع کر کے دیکھا جائے اس کے مطابق نہیں ہوتے۔ نسخۂ (ج) میں سلطنت کی آمدنی ۳۰،۵۶،۲۳،۰۸،۱۳،۱ام یا ۹۰۰،۵۸،۵۰،۲۴ روپے بتائی گئی ہے۔ نسخۂ الف میں ۲۶۳،۵۶،۲۶،۰۸،۱۳،۱ام یا ۰۶،۴۶،۶۶،۵۰،۴۳ روپے درج ہے۔ ان متضاد شہادتوں کی وجہ سے اور خصوصاً اس لیے کہ غیر ضروری اضافے سے احتراز کیا جائے میں نے مقابلے کے لیے اولاً نسخۂ (ج) کو منتخب کیا تھا جس میں سرکاروں کی جمع یعنی ذیلی حصوں کی میزانیں بھی درج ہیں۔ جو دوسرے نسخوں میں نہیں ہیں۔ ان معیاروں کے شامل کر دینے سے غالباً کثیر تر میزانوں کا ٹھیک حساب لگانے میں زیادہ اطمینان حاصل رہیگا۔ لیکن اس کے برخلاف مندرجہ اعداد متوازن نہیں ہیں اور اضافی رقموں کا فرق نہ صرف یہ کہ مجموعی میزان میں کسی کمی کی اجازت نہ دیتا ہو بلکہ اس کے مقابلے میں ۱۶،۷۸،۰۱،۳۱ روپیوں کی صریح کمی ظاہر کرتا ہے۔

ان حالات کے لحاظ سے میں نے درمیانی طریقہ یہ اختیار کیا ہے کہ نسخۂ (ج) کی اصل میزان بمقابلۂ (ب) کی مجموعی میزان کے تسلیم کی ہے جو علی التناسب ۳۱۷،۲۴،۴۶،۳۵ اور ۹۰۰،۵۸،۵۰،۴۳ ہے۔ اس طرح ۱۷،۴۱،۵۵،۱۳،۱ روپے کا فرق، ایک قیاسی اندازے کے مطابق بطور چار فی صد کمی کے تسلیم کر لیا جا سکتا ہے جو جمع پر کی جاتی تھی اور جس کا ذکر صفحہ ۴۲ پر کر دیا گیا ہے۔

اورنگ زیب کے محاصل جو سرکاری اندراجات آمدنی کی تین غیر سرکاری نقول سے ماخوذ ہیں

	(الف) دام	(ب) دام	(ج) دام	خانہ (ج) کے دام روپیوں میں
۱۔ دہلی ــــــ	۱،۲۲،۲۹،۵۰،۱۷۷	۱،۲۱،۲۹،۵۰،۱۳۷	۱،۲۲،۲۹،۵۰،۱۳۷	۳،۰۵،۷۳،۷۵۳
۲۔ آگرہ ــــــ	۱،۱۴،۱۷،۰۰،۱۵۷	۱،۱۴،۱۷،۹۰،۱۵۷	۹۶،۱۱،۶۷،۰۱۵	۲،۴۰،۲۹،۱۷۵
۳۔ اجمیر ــــــ	۶۵،۲۶،۴۵،۷۰۲	۶۵،۲۳،۴۵،۷۰۲	۶۰،۲۹،۸۰،۲۷۰	۱،۵۰،۷۴،۵۰۶
۴۔ لاہور ــــــ	۸۹،۸۱،۳۲،۱۰۷	۸۹،۸۱،۳۲،۱۰۷	۸۹،۳۰،۳۹،۴۱۹	۲،۲۳،۲۵،۹۸۵
۵۔ دولت آباد (اورنگ آباد)	۱،۱۸،۳۰،۶۵،۰۰۰	۱،۴۰،۲۸،۴۴،۷۷۱	۱،۱۸،۳۷،۳۵،۰۰۰	۲،۹۵،۹۳،۳۷۵
۶۔ برار (فتح پور) ــــ	۹۲،۶۵،۴۸،۰۰۰	۱،۰۹،۱۷،۲۵،۲۷۱	۹۲،۶۵،۴۵،۰۰۰	۲،۳۱،۶۳،۶۲۵
۷۔ احمد آباد (گجرات)	۴۵،۴۷،۴۵،۱۳۵	۴۵،۴۷،۴۹،۱۳۵	۵۳،۶۵،۲۵،۰۰۰	۱،۳۴،۱۳،۱۲۵
۸۔ بنگال ــــــ	۵۲،۴۶،۳۶،۲۴۰	۵۲،۴۶،۳۶،۲۴۰	۵۲،۴۶،۳۶،۱۴۰	۱،۳۱،۱۵،۹۰۳

	(الف) دام	(ب) دام	(ج) دام	خانہ (ج) کے دام روپیوں میں
۱۸- کشمیر	۲۲،۴۹،۱۱،۳۹۷	۲۲،۹۹،۰۰،۳۹۲	۲۷،۷۹،۱۱،۳۹۷	۹۹،۴۷،۷۸۴
۱۹- ٹھٹھہ	۶،۸۸،۱۶،۸۱۰	۶،۸۸،۱۶،۸۱۰	۶،۸۸،۰۱،۰۰۰	۱۷،۲۰،۰۲۵
۲۰- بیدر (محمد آباد - ظفر آباد)	۶۲،۰۵،۵۰،۰۰۰	۵۳،۰۷،۴۲،۳۴۲	۸۲،۰۵،۵۰،۰۰۰	۲،۰۵،۱۳،۷۵۰
۲۱- بیجاپور	۲،۲۵،۴۸،۲۸،۱۴۰	۲،۲۵،۴۸،۲۷،۱۴۰	۲،۲۵،۴۸،۲۷،۱۴۰	۵،۶۳،۶۸،۱۷۸
دام =	۱۳،۷۲،۲۷،۲۳،۴۸۶	۱۴،۲۵،۶۵،۷۲،۶۹۷	۱۳،۶۷،۴۸،۴۵،۵۷۶	روپے ۳۴،۱۸،۱۷،۱۳۲
روپے =	۳۴،۳۰،۶۸،۰۸۵	۳۵،۶۴،۱۴،۳۱۷	۳۴،۱۸،۱۷،۱۳۹	

	(الف) دام	(ب) دام	(ج) دام	خانہ (ج) کے دام روپیوں میں
۹- الہ آباد[1]	۴۵،۶۵،۴۳،۰۱۲	۴۵،۶۵،۴۳،۰۱۲	۴۲،۱۳،۴۶،۹۲۷	۱،۰۵،۳۳،۶۷۳
۱۰- بہار	۴۰،۷۱،۸۱،۰۰۰	۴۰،۷۱،۸۱،۰۰۰	۲۹،۴۳،۴۴،۵۳۶	۷۳،۵۸،۶۱۳
۱۱- مالوہ	۴۰،۳۹،۸۰،۶۵۸	۴۰،۳۹،۸۰،۶۵۸	۴۰،۸۳،۴۶،۷۱۶	۱،۰۲،۰۸،۶۶۷
۱۲- خاندیس	۴۲،۰۶،۰۰،۰۰۰	۵۹،۲۹،۳۲،۳۴۷	۴۲،۰۰،۰۰،۰۰۰	۱،۰۵،۰۰،۰۰۰
۱۳- اودھ	۳۲،۱۳،۱۷،۱۱۹	۳۲،۱۳،۱۷،۱۱۹	۲۷،۹۵،۷۹،۶۱۹	۶۹،۸۹،۴۹۰
۱۴- تلنگانہ (حیدرآباد)	۱،۰۹،۲۸،۶۵،۰۰۰	۱،۰۹،۳۵،۲۸،۰۰۰	۱،۰۰،۲۸،۳۵،۰۰۰	۲،۵۰،۷۰،۸۷۵
۱۵- ملتان	۲۰،۴۳،۴۹،۸۹۶	۲۱،۴۳،۰۰،۰۰۰	۱۹،۶۸،۰۲،۳۱۸	۴۹،۲۰،۰۵۷
۱۶- اڑیسہ	۱۴،۲۸،۱۱،۰۰۰	۱۴،۲۳،۲۱،۰۰۰	۱۷،۲۸،۴۱،۰۰۰	۴۳،۲۱،۰۲۵
۱۷- کابل	۱۰،۴۳،۴۹،۸۹۶	۱۹،۱۰،۳۹،۳۵۷	۲۰،۲۱،۸۱،۹۴۲	۵۰،۵۴،۵۴۸

[1] میں نے نسخۂ (الف) کی مرجع تحریری غلطی کو جس میں الہ آباد سے ۱۵۷،۰۰،۱۷،۱۴۱ دام کی رقم منسوب ہوئی ہے نسخۂ (ب) کی زیادہ معقول رقم ۴۵،۶۵،۴۳،۰۱۲ دام سے بدل دی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ نقل نویس سے یہ غلطی ہوئی کہ اس نے آگرہ کی رقم کو الہ آباد کے تحت بھی درج کر دیا۔

بحسب ذیل جدول کیٹرو (Catrou) کی فرانسیسی کتاب[1] "Histoire generale de l' Empire du Mogol." سے لی گئی ہے۔
کیٹرو کے اقتصادی معلومات علی العموم، وینس کے ایک بہت مستند سیاح منوچی[2] سے ماخوذ ہیں۔ گو بحیثیت مصنف وہ اپنے خاص حلقے میں نکما سمجھا جاتا ہے۔ میں نے اصل عبارت کو جس میں یہ اعداد تفصیل کے ساتھ دیے گئے ہیں نقل کرنا ضروری نہیں سمجھا۔ لیکن میں کیٹرو کے بار بار بیان کئے ہوئے مختلف محاصل اور ذرایع آمدنی کو شامل کرتا ہوں جو خود بحیثیت مجموعی اتنی رقم بنا دیتے ہیں کہ وہ خالص زر مالگزاری کے برابر ہو جاتی ہے۔ میرا یہ عمل اس غیر سنجیدہ تخمینے کی مناسبت ظاہر کرنے کے لیے ہے جو میں نے تمام ذرایع کی مجموعی آمدنی کے عنوان کے تحت اپنے اختتامی خلاصے میں درج کر دیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ میں خود منوچی کی شہادت کی قوت اور کمزوری کے اظہار پر مجبور ہوں۔ جو شخص تقریباً پچاس سال تک حکمراں قوتوں کے ساتھ گہرا تعلق رکھتا تھا خواہ وہ ایک ڈاکٹر ہی کی حیثیت سے کیوں نہ ہو اسے عام نظامِ حکومت کی خصوصیات کا مشاہدہ کرنے کے خاص ذرایع حاصل تھے خواہ یہ مشاہدات دور ہی سے کیوں نہ کئے گئے ہوں، اور جہاں تک ان سرکاری اسناد کے اقتباسات کا تعلق ہے جن کا اس نے حوالہ دیا ہے اور جن کے متعلق اس نے صحیح بیان کیا ہے

[1] پیرس۔ مطبوعہ سنہ ۱۷۱۰ء۔ ترجمۂ اطالوی سنہ ۱۷۱۸ء طبع ثانی۔ چار جلدوں میں سنہ ۱۷۲۵ء۔

[2] منوچی (نکولس) وینس کا سیاح۔ تاریخ وفات سنہ ۱۷۱۷ء۔
"وہ ہند سے گزرا۔ مغل اعظم اورنگ زیب کے بیٹے کے طبیب اول کے طور پر متعین ہوا اور سنہ ۱۶۹۶ء میں اس شہزادے سے رخصت ہوا"
"غالباً پرتگال واپس جا کر اس نے مندرجۂ ذیل کتاب شایع کی جو ایک نہایت نادرالوجود کتاب ہو گئی ہے یعنی تاریخ مغل تین حصوں میں از نکولس مانوچی (وینس کا سیاح) متعلقۂ حکومت اورنگ زیب، حروب گولکنڈہ، بیجاپور و دیگر فتوحات۔ برلن سنہ ۱۷۰۰ء تین جلدیں" (عالمگیر و تعالیج حیات)۔
نیز ملاحظہ ہو فریگمنٹس مصنفہ اورم باب ۴، صفحہ ۶۔

کہ وہ دربار مغلیہ میں نہایت سختی کے ساتھ محفوظ رکھے جاتے تھے۔ ان سے ان اصلی کاغذات کے مکمل ہونے کے متعلق جن کے ذریعے اس نے معلومات حاصل کی ہیں کسی گفتگو کی گنجایش نہیں معلوم ہوتی۔ فارسی رقمی ہندسوں[1] کی نقل نویسی کے وقت ذیلی اعداد میں۔ خصوصاً پانچویں خانے کے خالی مقامات کے اعداد میں یا ہزار کے دہائی اعداد میں غلطیوں کے آثار پائے جاتے ہیں۔ اس فرق کے سوا اس کے دیئے ہوئے اعداد میں بہت کم

۴۵

[1] رقم یا رقمی ہندسوں کا طریقہ جو ہندوستان کے محاصل کی جدولوں میں رائج ہے نشانات کے سلسلے پر مشتمل ہے جو کامل عربی لفظ سے مخفف بنائے گئے ہیں۔ یہ اس طالب علم کے لیے جو انہیں بے سمجھے رٹ لینا چاہتا ہے پریشان کن معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن جب ان کا قدیم عناصر سے مقابلہ کیا جائے تو بہت آسانی سے سمجھ میں آجاتے ہیں۔ وہ اس اصول پر قائم ہیں کہ ہر اکائی، دہائی، سیکڑہ اور ہزار کے لیے علٰحدہ علٰحدہ نشانات مقرر ہیں۔ اعلیٰ اعداد اوپر لکھے جاتے ہیں اور ہزار وغیرہ کی علامات پورے عدد کے تحت مسلسل کھینچ دی جاتی ہیں جیسا کہ ملحقہ شکل میں ظاہر کی گئی ہیں۔

بائیں جانب کو پڑھتے جائیے:-

۱- ارب -

۲- کروڑ -

۳- لاکھ -

۴- ہزار، سیکڑہ، دہائیاں، اکائیاں۔

اصل دشواری ان اعداد کی مروجہ ہندوستانی تحریر کو ذیلی میزانوں کے اعداد پر منطبق کرنے میں اس طرح پیدا ہوتی ہے کہ ہزار کے لیے جو مقررہ علامات ہیں ان کو چھوڑ دینے کی قبیح عادت پڑ گئی ہے۔ اور ان اعداد کو صرف معمولی اکائیوں یا دہائیوں سے ظاہر کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح کہ اگر عام رقم میں سیکڑے کے لیے کوئی علامت نہ ہو تو ذیلی سطر میں لکھے ہوئے اعداد کو ۲۰ یا ۲۰,۰۰۰ پڑھا جا سکتا ہے۔ بہتر طریقے پر لکھے ہوئے نسخوں میں (للار) کی علامت ہزار کا مسئلہ حل کر دیتی ہے ورنہ یہ بالکل مرضی پر منحصر ہوتا ہے کہ اعداد کو ہماری تحریر کے کسی سطر سے بھی متعلق کر لیا جائے۔ غیر ضروری طور پر ان علامات کا ایک کامل تختہ اسٹیورٹ کے فارسی مکتوبات مطبوعہ لندن بابت ۱۸۲۵ء میں دیا ہوا ہے۔

اعتراض کی گنجائش ہے۔ جس فہرست سے اس نے اپنے اعداد حاصل کئے ہیں وہ صریحاً مروجہ شکل کے خلاف تھی اور غیر معمولی طور پر قوی اور دکنی میزانوں سے بالکل جدا تھی۔ جو ایک مقام پر تو جدید عنوانوں میں تقسیم کردی گئی ہیں اور دوسرے مقامات پر عجیب و غریب طور سے یکجا مندرج ہیں جیسا کہ اورنگ زیب کے بیٹے سلطان معظم کی جنوبی سلطنت کے ہی کھاتوں کے حسابات میں ان کی توقع کی جاسکتی تھی کیونکہ سلطان معظم کی دولت سے منوچی کو زیادہ راست تعلق رہا تھا۔ اگر عام تفصیل میں کوئی سقم ہے بھی تو اس کو اس غیر معمولی رقم سے منسوب کیا جاسکتا ہے جو نہ صرف بنگال سے بلکہ انوکھے طور پر راج محل کے علاقے سے بھی متعلق کی گئی ہے۔ لیکن ہماری موجودہ معلومات کے لحاظ سے یہ کہنا خطرناک ہوگا کہ یہ صورتِ حال ایسی نہ تھی۔ یا یہ کہ یہ رقوم کسی خاص مدت میں پوری طرح وصول نہیں ہوئی تھیں، خواہ موقتی طور پر وصول یابی کتنی ہی غیر معمولی کیوں نہ ثابت ہوئی ہو۔

۴۹

اورنگ زیب کے محاصل کی جدول

بابت ۱۶۹۷ء

۱ - دہلی ــــ	۱،۲۵،۵۰،۰۰۰	روپے
۲ - آگرہ ــــ	۲،۲۲،۰۳،۵۵۰	"
۳ - لاہور ــــ	۲،۳۳،۰۵،۰۰۰	"
۴ - اجمیر ــــ	۲،۱۹،۰۰،۰۰۲	"
۵ - گجرات ــــ	۲،۳۳،۹۵،۰۰۰	"
۶ - مالوہ ــــ	۹۹،۰۶،۲۵۰	"
۷ - بہار ــــ	۱،۲۱،۵۰،۰۰۰	"
۸ - ملتان ــــ	۵۰،۲۵،۰۰۰	"
۹ - کابل ــــ	۳۲،۰۷،۲۵۰	"
۱۰ - ٹھٹھہ ــــ	۶۰،۰۲،۰۰۰	"

۱۱ - بکّر	۔۔۔۔۔۔	۲۴,۰۰,۰۰۰	روپے
۱۲ - اوریچہ (اڑیسہ)	۔	۵۷,۰۷,۵۰۰	"
۱۳ - کشمیر	۔۔۔۔۔۔	۳۵,۰۵,۰۰۰	"
۱۴ - الہ آباد	۔۔۔۔۔	۷۷,۳۸,۰۰۰	"
۱۵ - دکن (عام جدول ہیں الف)		۱,۶۲,۰۴,۷۵۰	"
۱۶ - برار	۔۔۔۔۔	۱,۵۸,۰۷,۵۰۰	"
۱۷ - خاندیس	۔۔۔۔	۱,۱۱,۰۵,۰۰۰	"
۱۸ - بگلانہ	۔۔۔۔۔	۶۸,۸۵,۰۰۰	"
۱۹ - "نانڈے" (نانڈیڑ) (ب)		۷۲,۰۰,۰۰۰	"
۲۰ - ہنگال	۔۔۔۔	۴,۰۰,۰۰,۰۰۰	"
۲۱ - اوجین (ج)		۲,۰۰,۰۱,۰۰۰	"
۲۲ - راج محل	۔۔۔۔	۱,۰۰,۵۰,۰۰۰	"
۲۳ - بیجاپور	۔۔۔۔۔	۵,۰۰,۰۰,۰۰۰	"
۲۴ - گولکنڈہ	۔۔۔۔	۵,۰۰,۰۰,۰۰۰	"
	=	۳۸,۶۲,۴۶,۸۰۲	روپے

فرانسیسی خلاصہ نویس نے منوچی کے اعداد کو حق بجانب بتایا ہے اور اس نے اپنے مضمون کی تشریح کو اطالوی مذکور کے حسب ذیل الفاظ پر مبنی کر کے جاری رکھا ہے :- "اب تک ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے اس سے یہ موافقانہ پیشگی فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ ہم آیندہ جو کچھ بیان کریں گے وہ بھی قابل اعتماد سمجھا جائے ۔ بے شبہ اب کسی کو اس پر حیرت نہ ہوگی کہ مغل اعظم کو اپنے ممالک سے عظیم الشان آمدنیاں ہوتی ہیں ۔ شہنشاہی محافظ خانہ سے لی ہوئی فہرست یہاں درج کی جاتی ہے ۔ اس عظیم مملکت کی جس کا تنہا

۴۷

شہنشاہ اپنے علاقے کے طول و عرض میں قابض ہوتا ہے ۱۶۹۷ء میں حالت پیداوار وہ تھی جو ہم اب پیش کرنے والے ہیں ۔۔۔۔۔۔ اس سب کے تخمیناً تین سو ستاسی ملین (۳۸۷،۰۰۰،۰۰۰)[1] روپے اور ایک سو چورانوے ہزار روپے (۱۹۴۰۰۰) (۳۸۷،۱۹۴،۰۰۰ روپے یا ۴۳،۰۱۹،۳۸۰ پونڈ)[2] ہوتے ہیں۔ اس طرح اگر ہندوستانی روپے کے ہمارے فرانسیسی سکے میں تقریباً تیس سول ہوں تو مغل اعظم کو اس کے علاقے سے ہر سال پانچ سو اسی ملین سات سو اکانوے ہزار فرانک (۵۸۰،۷۹۱،۰۰۰) وصول ہوتے ہیں سلطنت کی ان مستقل آمدنیوں کے علاوہ جو صرف زمین کی پیداوار سے حاصل ہوتی ہیں، سلطنت کی اتفاقی آمدنیاں بھی شہنشاہ کے لیے دولت مندی کا ایک اور ذریعہ ہیں۔ پہلی یہ کہ بت پرست ہندوؤں سے فی کس سالانہ جزیہ وصول کیا جاتا ہے چونکہ موت، سفر اور فراری سے ہندوستان کے ان پرانے باشندوں کی تعداد غیر متعین رہتی ہے اس لیے شہنشاہ کو اس سے بہت کم آمدنی ہوتی ہے۔ البتہ صوبہ دار ایسی دھوکا دہی سے نفع اٹھاتے ہیں۔ دوسری یہ کہ جتنا تجارتی سامان بت پرست (یعنی غیر مسلم) تجار لاتے لیجاتے ہیں اس پر وہ پانچ فی صد مالیت بطور چنگی ادا کرتے ہیں۔ اورنگ زیب نے مسلمانوں کو ایسے محصولوں سے مستثنیٰ کر دیا ہے۔

تیسری یہ کہ ہندوستان میں لامحدود کپڑوں کی دھلائی پر بھی ایک طرح کا محصول عائد ہے۔ چوتھی یہ کہ۔ ملک کی کانیں (معدنیات) شہنشاہ کو ایک بڑی رقم ادا کرتی ہیں۔ خوبصورت ترین اور مکمل ترین (جواہر) بھی اسی کو مل جاتے ہیں۔ یعنی ہر ایسی شے جو ۱/۲ حصے سے زیادہ ہو۔

---

[1] ہندوستانی شمار کے مطابق ایک کرول (کروڑ) کے سو لاکھ یعنی دس ملین ہوتے ہیں اور ایک لاکھ کے سو ہزار روپے ہوتے ہیں۔ اس طرح ایک روپے کے فرانسیسی سکے میں تقریباً ۳۰ سول ہوتے ہیں۔

[2] اس رقم سے میری میزان جدول کسی قدر مختلف ہے۔ ممکن ہے کہ فرانسیسی نسخے میں قلیل اعداد چھوٹ گئے ہوں اور صدر میزان منوچی کے اصل اطالوی نسخے سے نقل کر لی گئی ہو۔ مثلاً کیٹرو کی تفصیلی فہرست میں اودھ کا ذکر ہی نہیں ہے

پانچویں یہ کہ سمندری بندرگاہوں پر خاص کر سندھ، بھڑوچ، سورت اور کھمبایت پر بڑی بڑی رقمیں عائد ہیں، صرف سورت سے عموماً تیس لاکھ محصول درآمد ہیں اور دس لاکھ وہاں کے دارالضرب کے منافع سے حاصل ہوتے ہیں۔

چھٹی یہ کہ پورے ساحل کارومنڈل سے اور گنگا کے کنارے کی بندرگاہوں سے بادشاہ کو بڑی آمدنیاں ہوتی ہیں۔ ساتویں یہ کہ جو چیز اس کی آمدنی میں لامحدود اضافہ کرتی ہے وہ زکوٰۃ ہے یہ جملہ مسلمان رعایا سے (جو اس کی ملازم ہو) وصول کی جاتی ہے۔ ہر مرنے والے (جاگیردار) کا جملہ سامان، روپیہ اور دیگر چیزیں شہنشاہ کی ہوتی ہیں۔ اسی بنا پر صوبہ داران ملک اور سپہ سالاران افواج کی بیویوں کو معمولی سا گزارہ پانے کے سوا کچھ نہیں ملتا۔ اور ان کے بچے اگر نااہل ہوں تو بھیک مانگنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ آٹھویں یہ کہ راجاؤں کے پیشکش (خراج) بھی کافی وقابل لحاظ ہوتے ہیں اور مغلوں کی اصل مدات آمدنی میں شمار ہوتے ہیں۔ یہ تمام اتفاقی (تبدل پذیر) آمدنیاں ان عظیم آمدنیوں کے برابر ہوتی بلکہ ان سے بڑھ بھی جاتی ہیں جو شہنشاہ کو اپنے ملک کی محض اراضی سے حاصل ہوتی ہیں۔ ایسی عظیم وکثیر دولت پر ہمیں حیرت ہوگی۔ لیکن یہ خیال کرنا چاہئے کہ اتنی دولت مغل بادشاہ کے خزانے میں سالانہ آتی ہے تو وہ نکل بھی جاتی ہے۔ کم از کم اس کا ایک حصہ مکرر اس کے علاقے میں جاری وساری ہو جاتا ہے۔ آدھی سلطنت حکمراں کی فیاضیوں پر جیتی ہے یا کم از کم اس کی ملازم وتنخواہ یاب ہے۔ علاوہ ان کثیر التعداد افسروں اور سپاہیوں کے جو صرف تنخواہ پر گزر بسر کرتے ہیں، وہ تمام کسان جو اضلاع میں شہنشاہ کی خدمت پر مامور ہیں، شہنشاہ ہی سے گزارہ پاتے ہیں۔ شہروں کے تقریباً تمام کاریگر جو مغل اعظم کے لیے کام کرتے ہیں، شہنشاہی خزانے سے تنخواہ پاتے ہیں۔ یہ اندازہ اچھی طرح کیا جاسکتا ہے کہ رعایا اپنے مالک کی کتنی محتاج ہے اور بنابریں اس کا کتنا احترام کرتی ہے!

میرا آخری اقتباس ہیرس کی سیاحت سے ماخوذ ہے جس میں اعداد وشمار

کے اندراجات کے صحیح ہونے اور ان کی مطابقت غیر سرکاری اسناد سے کئے جانے کے متعلق تفصیل بیان کی گئی ہے۔ آمدنی کا اندراج اس تحقیقات کی غرض کے لیے بہت اہم ہے اس حیثیت سے کہ وہ نہایت توضیح کے ساتھ منوچی کے دیے ہوئے صوبجاتی محاصل کی تائید کرتا ہے۔ اس کے دیکھنے سے واضح ہوگا کہ انھیں اعداد میں بہت سی مندرجہ میزانوں کو بتایا گیا ہے جو دستور العمل سے صفحات ۲۴ و ۳۴ پر نقل کی گئی ہیں۔ اس میں دانشمندانہ طریقے سے اورنگ زیب کے آخری زمانۂ سلطنت کی متغیرہ حالت کو میز کیا گیا ہے۔ اور برار اور احمد نگر کے تحت کی چھوٹی چھوٹی رقموں کی کمی سے لے کر اس سے زیادہ اہم بیدر اور بیجاپور کے تغلب و تصرف بیجاتک اس کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔ منوچی کے دیے ہوئے اعداد سے راج محل کے تحت کسی نئے صوبے کے قیام کی تائید نہیں ہوتی اسی طرح بنگال کو مناسب طور پر معقول محاصل میں دوبارہ شریک کیا جاتا ہے۔ اور پھر اس کی ممکنہ عارضی کثیر رقم کی حیثیت باقی نہیں رہتی جو اطالوی طبیب نے ظاہر کی ہے مزید برآں اس میں بگلانہ اور ناندیڑہ کا ذکر نہیں کیا گیا ہے اور مرہٹوں کے مشتبہ پیش کش کو بھی نظرانداز کردیا گیا ہے۔ تمہیدی عبارت اُس اقتباس سے شروع ہوتی ہے جو آمدنی کی تشریح میں صفحہ ۳۲ پر دیا گیا ہے۔

اس کے باپ کے آخری زمانے میں بلخ، قندھار اور بدخشاں کے تین صوبے ہاتھ سے جاتے رہے جن سے ۶۰۰۰۰۰ پونڈ محاصل وصول ہوتے تھے۔ تاہم اس نے اپنی وفات پر اپنی سلطنت اس سے بہتر حالت میں چھوڑی جس حالت میں کہ اس نے پائی تھی جیسا کہ حسب ذیل مختصر و جامع فہرست صوبجات اور ان کے محاصل سے واضح ہوگا۔ اس فہرست پر اعتماد کیا جاسکتا ہے اور یہ آیندہ اس کتاب کے حصۂ مابعد اور دیگر کتب کے سمجھنے میں جو سلطنت مغلیہ سے متعلق ہوں بہت مفید ہوگی۔

---

[1] جس باب سے یہ عبارت نقل کی گئی ہے اس کا عنوان یہ ہے "یہ زیادہ تر ریموسیو (Ramusio) کے صحیح نسخے سے ماخوذ ہے جس کی مطابقت اس اصل نسخے سے جو شاہ پرشیا کے کتب خانے میں ہے اور دیگر تراجم سے جو اب تک شایع ہو چکے ہیں کرلی گئی ہے"

اورنگ زیب کے محاصل سنہ ۱۷۰۷ء میں

انیس ۱۹ قدیم صوبجات

نمبر	صوبہ	دام		روپے
۱	دہلی	۱،۲۲،۱۹،۵۰،۱۳۷	=	۳،۰۵،۴۸،۷۵۳
۲	آگرہ	۱،۱۴،۶۷،۶۰،۱۵۶	=	۲،۸۶،۶۹،۰۰۳
۳	اجمیر	۶۵،۲۳،۴۵،۳۶۲	=	۱،۶۳،۰۸،۶۳۴
۴	الہ آباد	۴۵،۶۵،۴۳،۲۴۸	=	۱،۱۴،۱۳،۵۸۱
۵	پنجاب	۸۲،۶۱،۳۲،۱۰۷	=	۲،۰۶،۵۳،۳۰۲
۶	اودھ	۳۲،۲۳،۲۷،۸۲۹	=	۸۰،۵۸،۱۹۵
۷	ملتان	۲۱،۴۴،۴۲،۹۳۶	=	۵۳،۶۱،۰۷۳
۸	کابل	۱۶،۱۰،۳۹،۳۵۴	=	۴۰،۲۵،۹۸۳
۹	کشمیر	۲۲،۹۵،۱۱،۳۹۶	=	۵۷،۴۷،۷۳۴
۱۰	گجرات	۶۰،۷۸،۴۹،۱۴۵	=	۱،۵۱،۹۶،۲۲۸
۱۱	بہار	۴۰،۷۱،۶۱،۰۰۰	=	۱،۰۱،۷۵،۰۲۵
۱۲	سندھ	۹،۱۸،۱۶،۸۱۰	=	۲۲،۹۵،۴۲۰
۱۳	دولت آباد	۱،۰۳،۴۹،۴۵،۱۰۰	=	۲،۵۸،۷۳،۶۲۷
۱۴	مالوہ	۴۰،۳۹،۰۱،۶۵۸	=	۱،۰۰،۹۷،۵۴۱
۱۵	برار	۶۱،۴۰،۲۵،۰۰۰	=	۱،۵۳،۵۰،۶۲۵
۱۶	خاندیس	۴۴،۸۶،۳۰،۰۰۰	=	۱،۱۲،۱۵،۷۵۰
۱۷	بیدر	۶۱،۴۰،۲۵،۰۰۰	=	۱،۵۳،۵۰،۶۲۵
۱۸	بنگال	۵۲،۴۶،۳۶،۲۴۰	=	۱،۳۱،۱۵،۹۰۶
۱۹	اڑیسہ	۱۴،۲۸،۲۰،۰۰۰	=	۳۵،۷۰،۵۰۰

دو جدید صوبے

	دام		روپے
۲۰ - حیدرآباد	۱۱۱،۳۳،۰۰،۰۰۰	=	۲،۷۸،۳۲،۵۰۰
۲۱ - بیجاپور	۱۰۷،۸۳،۰۵،۰۰۰	=	۲،۶۹،۵۷،۶۲۵

دام ۱۲،۰۷،۱۸،۷۴،۵۶۰ = ۳۰،۱۷،۹۶،۸۶۴ روپے

۵۱ اس کے مساوی جو میزان اصل نسخے میں درج ہے وہ ۳،۷۲،۴۳،۶۱۵ پونڈ ہے لیکن مجموعی مدات سے ۳۰،۱۷،۹۶،۹۲ پونڈ سے زیادہ نہیں نکلتے[1]۔ جیسا کہ ظاہر ہے یہ فرق اس لیے پیدا ہوا ہے کہ مصنفین نے دو شلنگ اپنس شرح مبادلہ فی روپیہ (یا ۱۰۰ روپے = ۱۲۵ پونڈ) قرار دی ہے۔ حالانکہ ان تمام حسابات میں برائے نام شرح مبادلہ کو ۲ شلنگ فی روپیہ یا دس روپے فی پونڈ قرار دیا گیا ہے جو گو جدید ترین زمانے کی شرح مبادلہ کے مطابق ہے اور اضافی تناسب ظاہر کرنے میں نسبتہً آسان ہے لیکن یہ مشکل سے کہا جاسکتا ہے کہ وہ حقیقی مساوات گویا اس زمانے کے سکے کی حقیقی قوت خرید کو اسی خوبی سے ظاہر کرتی ہے جیسی کہ ہمعصر مشاہدہ کنندہ کی عملی تشریح سے وہ نمایاں ہوسکتی ہے۔

آخر میں اس مواد کے اجمالی ذکر کے طور پر جو سابق صفحات میں درج ہے میں نے اہم نتائج جدول میں مرتب کر دئے ہیں۔ ایک جدول میں تو صوبجاتی آمدنی کا مقابلہ دکھایا گیا ہے اور دوسرے سے ایک ہی نظر میں مغلیہ دور کے ۱۱۳ سال کے محاصل کی صدر میزانوں کے اختلافات ظاہر ہوتے ہیں۔

[1] ۱۲،۰۷،۱۸،۷۴،۵۶۰ ÷ ۴۰ = ۳۰،۱۷،۹۶،۹۲،۴۰ ÷ ۱۰ = ۳۰،۱۷،۹۶،۹۲۴ پونڈ

سابق الذکر میں سلطنت کی تغیر پذیر حدود کا عجیب نقشہ ہے جو صوبہ جات کی زراعتی ترقی یا انحطاط کا صحیح خاکا ہے اور مرغوب مقام کی مادی ترقی پر عدالت کے مستقر کے اثر کی معنی خیز شہادت ہے۔

دوسرے تختے سے ہم پر یہ واضح ہوتا ہے کہ ہم اب جس شاندار سلطنت کا انتظام کر رہے ہیں اس سے تھوڑی سی کوشش اور بہت کچھ مخالف اثرات کے تحت اس وقت کیا حاصل ہو سکتا تھا۔
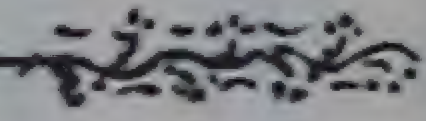
سلطنت مغلیہ کے مختلف دوروں میں صوبہ جاتی محاصل کی مدات آمدنی کا تقابل (روپیوں میں)

		اکبر سنہ ۱۵۹۴ء	شاہجہاں سنہ ۱۶۴۸ء	اورنگ زیب سنہ ۱۶۵۴ء	برنیر کے اعداد ۱۶۶۳-۶۶ء	سرکاری اعداد غیر معین تاریخ	اورنگ زیب سنہ ۱۶۹۷ء	اورنگ زیب سنہ ۱۷۰۷ء
۱	الہ آباد	۵۳٬۱۰٬۹۶۷	۱٬۰۰٬۰۰٬۰۰۰	۱٬۳۱٬۹۷٬۰۲۹	۹۴٬۷۰٬۰۰۰	۱٬۱۴٬۱۳٬۵۷۵	۷۷٬۳۸٬۰۰۰	۱٬۱۴٬۱۳٬۱۸۵
۲	آگرہ	۱٬۳۶٬۵۶٬۲۵۷	۲٬۲۵٬۰۰٬۰۰۰	۲٬۴۱٬۱۵٬۰۵۲	۲٬۵۲٬۲۵٬۰۰۰	۲٬۸۵٬۴۴٬۰۰۳	۲٬۲۲٬۰۳٬۵۵۰	۲٬۸۶٬۶۹٬۰۰۳
۳	اودھ	۵۰٬۴۳٬۹۵۴	۷۵٬۰۰٬۰۰۰	۹۰٬۹۹٬۵۷۱	۶۸٬۳۰٬۰۰۰	۸۰٬۳۲٬۹۲۷	—	۸۰٬۵۸٬۱۹۵
۴	اجمیر	۷۱٬۵۳٬۴۴۹	۱٬۵۰٬۰۰٬۰۰۰	۱٬۶۲٬۱۹٬۰۴۲	۲٬۱۹٬۷۰٬۰۰۰	۱٬۶۳٬۰۸٬۹۴۲	۲٬۱۹٬۰۰٬۰۰۳	۱٬۶۳٬۰۸٬۶۳۴
۵	گجرات	۱٬۰۹٬۲۴٬۱۲۲	۱٬۳۲٬۵۰٬۰۰۰	۲٬۱۷٬۳۲٬۲۰۱	۱٬۳۳٬۹۵٬۰۰۰	۱٬۱۳٬۹۸٬۷۲۸	۲٬۳۳٬۰۵٬۰۰۰	۱٬۵[illegible]٬۹۶٬۲۲۸
۶	بہار	۵۵٬۴۷٬۹۸۵	۱٬۰۰٬۰۰٬۰۰۰	۱٬۳۹٬۳۲٬۵۲۳	۹۵٬۸۰٬۰۰۰	۱٬۰۱٬۷۵٬۲۵	۱٬۲۱٬۵۰٬۰۰۰	۱٬۰۱٬۷۹٬۰۲۵
۷	بنگال	۱٬۴۵٬۶۱٬۴۸۲	۱٬۲۵٬۰۰٬۰۰۰	۱٬۱۴٬۴۶٬۴۵۰	—	۱٬۳۱٬۱۵٬۹۰۶	۴٬۰۰٬۰۰٬۰۰۰	۱٬۳۱٬۱۵٬۹۰۶
۸	دہلی	۱٬۵۰٬۴۰٬۳۸۸	۲٬۵۰٬۰۰٬۰۰۰	۳٬۸۹٬۷۰٬۹۷۸	۱٬۹۵٬۲۵٬۰۰۰	۳٬۰۳٬۲۳٬۷۵۳	۱٬۲۵٬۵۰٬۰۰۰	۳٬۰۵٬۴۸٬۷۵۳

	سنہ ۱۵۹۴ء اکبر	سنہ ۱۶۴۸ء شاہجہاں	سنہ ۱۶۵۴ء اورنگ زیب	سنہ ۶۶-۱۶۶۳ء برنیر کے اعداد	غیر معین تاریخ سرکاری اعداد	سنہ ۱۶۹۷ء اورنگ زیب	سنہ ۱۷۰۷ء اورنگ زیب
۹ کابل ----	۸۰,۷۱,۰۲۴	۴۰,۰۰,۰۰۰	۲۶,۲۶,۹۵۰	۳۲,۷۲,۵۰۰	۴۰,۲۵,۹۸۳	۳۲,۰۷,۲۵۰	۴,۰۱,۲۵,۹۸۳
۱۰ لاہور ----	۱,۳۹,۸۶,۴۶۰	۲,۳۲,۵۰,۰۰۰	۲,۶۲,۴۳,۹۹۴	۲,۴۶,۹۵,۰۰۰	۲,۲۶,۵۳,۳۰۲	۲,۳۳,۹۵,۰۰۰	۲,۰۶,۵۳,۳۰۲
۱۱ ملتان ----	۹۶,۰۰,۷۶۴	۷۰,۰۰,۰۰۰	۸۴,۹۰,۵۲۹	۱,۱۸,۴۰,۵۰۰	۵۳,۵۷,۵۰۰	۵۰,۲۵,۰۰۰	۵۳,۹۱,۰۷۳
۱۲ مالوہ ----	۶۰,۱۷,۳۷۶	۱,۰۰,۰۰,۰۰۰	۱,۳۹,۱۳,۹۳۳	۹۱,۶۲,۵۰۰	۱,۰۰,۹۹,۵۱۶	۹۹,۰۶,۲۵۰	۱,۰۰,۹۷,۵۴۱
۱۳ برار ----	۱,۶۳,۷۶,۱۱۶	۱,۳۷,۵۰,۰۰۰	۱,۴۷,۹۵,۰۰۰	۱,۵۸,۷۵,۰۰۰	۲,۷۲,۹۳,۱۳۱	۱,۵۸,۰۷,۵۰۰	۱,۵۳,۵۰,۶۲۵
۱۴ خاندیس ----	۷۵,۶۳,۲۳۷	۱,۰۰,۰۰,۰۰۰	۱,۴۲,۴۳,۲۵۰	۱,۸۵,۵۰,۰۰۰	۱,۴۸,۲۳,۳۰۸	۱,۱۰,۰۵,۰۰۰	۱,۱۲,۱۵,۷۵۰
۱۵ احمدنگر (دولت آباد)	....	۱,۳۷,۵۰,۰۰۰	۱,۲۶,۷۹,۰۰۰	۱,۷۲,۲۶,۵۰۰	۱,۱۹,۱۷,۵۰۳	(الف) ۱,۲۴,۳۰,۷۵۰ (ج) ۲,۰۰,۰۰,۰۰۰	۲,۵۸,۶۳,۹۲۲
۱۶ ٹھٹھہ ----	۱۹,۵۶,۲۸۴	۲۰,۰۰,۰۰۰	۲۲,۳۰,۷۵۰	۲۳,۲۰,۰۰۰	۱۷,۹۲,۰۴۲	۶۰,۰۲,۰۰۰	۲۴,۹۵,۴۲۰

	اکبر ۱۵۹۴ء	شاہجہاں ۱۶۴۸ء	اورنگ زیب ۱۶۵۴ء	برنیر کے اعداد ؟ ۶۶-۱۶۶۳ء	سرکاری اعداد غیر معین تاریخ	اورنگ زیب ۱۶۹۷ء	اورنگ زیب ۱۷۰۷ء
۱۷ بکر	—	—	—	—	—	۲۴،۰۰،۰۰۰	—
۱۸ قندھار	—	۱۵،۰۰،۰۰۰	۱۵،۰۰،۰۰۰	۱۹،۹۲۵،۰۰	—	—	—
۱۹ بدخشاں	—	۱۰،۰۰،۰۰۰	—	—	—	—	—
۲۰ بگلانہ	—	۵،۰۰،۰۰۰	—	۵،۰۰،۰۰۰	—	۹،۸۵،۰۰۰ (ب) ۷۲،۰۰،۰۰۰	....
۲۱ بلخ	—	۲۰،۰۰،۰۰۰	—	—	—	—	—
۲۲ کشمیر	—	۳۷،۵۰،۰۰۰	۲۸،۵۹،۷۵۰	۳،۵۰،۰۰۰	۵۷،۴۷،۵۰۹	۳۵،۰۵،۰۰۰	۵۷،۴۷،۷۳۴
۲۳ اڑیسہ	—	۵۰،۰۰،۰۰۰	۵۷،۳۹،۵۰۰	۷۲،۷۰،۰۰۰	۳۵،۸۸،۰۲۵	۵۷،۰۷،۵۰۰	۳۵،۷۰،۵۰۰
۲۴ راج محل	—	—	—	—	—	۱،۰۰،۱۵،۰۰۰	—
۲۵ تلنگانہ (حیدرآباد گولکنڈہ)	—	۷۵،۰۰،۰۰۰	۴۸،۹۵،۲۰۰	۹،۸۹،۸۵،۰۰۰	۲،۷۳،۳۸،۲۰۰	—	۲،۷۸،۳۳،۴۳،۰۰۰

	سنہ ۱۵۹۴ء	سنہ ۱۶۴۸ء	سنہ ۱۶۵۴ء	۱۶۶۳-۶۶ء	غیر معین تاریخ	سنہ ۱۶۹۷ء	سنہ ۱۷۰۷ء
	اکبر	شاہجہاں	اورنگ زیب	برنیر کے اعداد	سرکاری اعداد	اورنگ زیب	اورنگ زیب
۲۶-بیدر	—	—	—	—	۱،۲۲،۶۸،۵۵۸	....	۹۳،۲۴،۳۵۹
۲۷-بیجاپور	—	—	—	—	۵،۶۳،۷۰،۹۶۸	۵،۰۰،۰۰،۰۰۰	۲،۶۹،۵۷،۶۲۵
روپے	۱۴،۱۹،۰۹،۵۶۷	۲۲،۰۰،۰۰،۰۰۰	۲۶،۷۴،۳۹،۷۰۲	۲۲،۵۹،۳۵،۵۰۰	۳۵،۶۴،۱۴،۳۰۸	۳۸،۶۲،۴۸،۸۰۲	۳۰،۱۷،۹۶،۸۵۹

سلطنت مغلیہ کے مختلف دوروں کی رقوم محاصل کا اجمالی خاکا
جس سے غیر مکمل مدات آمدنی خارج کردی گئی ہیں

		سلاطین مغلیہ	سند	محاصل مالگزاری	محاصل مجموعی بہ ذرائع مختلف
۱	اکبر	۱۵۹۳ء	نظام الدین احمد		۳۲,۰۰۰,۰۰۰ پونڈ
۲	″	۱۵۹۴ء	ابوالفضل (قلمی نسخہ)	۱۶,۵۷۴,۳۸۸ پونڈ	
۳	″	″	کاغذات سرکاری	۱۶,۵۸۲,۴۴۰ ″	
۴	″	۱۶۰۵ء	اسناد ہندی منقولۂ ڈی۔لیٹ	۱۷,۴۵۰,۰۰۰	
۵	جہانگیر	۱۶۰۹-۱۱ء	کیپٹن ڈبلیو۔ ہاکنس		۵۰,۰۰۰,۰۰۰
۶	″	۱۶۲۸ء	عبدالحمید لاہوری	۱۷,۵۰۰,۰۰۰	

	سلاطین مغلیہ		سند	محاصل مالگزاری	محاصل مجموعی بہ ذرائع مختلف
۷	شاہجہاں	سنہ ۱۶۴۸-۹ء	عبد الحمید لاہوری ـــــ	۲۲ر۰۰۰ر۰۰۰	ـــــــــ
۸	اورنگ زیب	سنہ ۱۶۵۵ء	کاغذاتِ سرکاری ـــــ	مجموعی ۲۶۱ر۷۴۳ر۹۷۰ خالص ۲۴۰ر۵۶۱ر۱۱۴	ـــــــــ
۹	"	"	زمانہ مابعد کے کاغذاتِ سرکاری	مجموعی ۳۵ر۶۴۱ر۴۳۱ خالص ۳۴ر۵۰۵ر۸۹۰	
۱۰	"	سنہ ۱۶۹۵ء	گیملی گیریری ـــــ	ـــــــــ	۸۰ر۰۰۰ر۰۰۰
۱۱	"	سنہ ۱۶۹۷ء	منوچی (کیٹرو) ـــــ	۳۸ر۷۱۹ر۴۰۰ × ۲	= ۷۷ر۴۳۸ر۸۰۰
۱۲	"	سنہ ۱۷۰۷ء	ریمیوسیو ـــــ	۳۰ر۱۷۹ر۶۹۲	ـــــــــ